آزادیٔ اسلام

از خامۂ گہربار

امام الاحرار حضرت مولانا ابو الکلام صاحب آزاد

دعوت حق کی بانیٔ اسلام سے ایک مثال۔ مکہ معظمہ سے ایک عالم حق اور محدث عصر شیخ عبد العزیز بن یحیٰی کنانی کی آمد۔ جامع رصافہ مین کلمۂ حق کا اعلان۔ خلیفہ مامون رشید کی استبدادیت، شیخ عبد العزیز کی گرفتاری۔ معافی مانگنے کی ترغیب، شیخ کا انکار۔ دربار مامون رشید مین مناظرہ، خلیفہ کی محویت، شیخ عبد العزیز کی زبردست تقریر۔ فتح حق اور قابلیت شیخ پر خلیفہ مامون رشید کی مہر صداقت وغیرہ وغیرہ

جسکو

منیجر صاحب "نجات بک ایجنسی" شہر بجنور نے

باہتمام

قاضی محمد رفیق صاحب مالک و ایڈیٹر اخبار "نجات"

نجات مشین پریس بجنور مین چھپوا کر شائع کیا

قیمت فی جلد ۴ر

تعداد ۲ دو ہزار

اخبار نجات مفت طلب فرمائیے۔ منیجر اخبار نجات بجنور (یو پی)

سفرنامہ انگورہ

[مشہور فرانسیسی لیڈی "جارجیس گالس" کے واقعات سفر سرزمین اناطولیہ ولایت و شہر انگورہ کی تاریخی

کیفیت۔ انگورہ پارلیمنٹ کے روح افزا مناظر وزرات انگورہ مشاہیر غازی مصطفےٰ کمال پاشا، بیگم غازی مصطفےٰ کمال پاشا وزیر اعظم انگورہ جنرل عصمت پاشا۔ جنرل رافت پاشا۔ ڈاکٹر رضا نور بک اور فاتح سمرنا جنرل نورالدین پاشا کے کارنامے) انگورہ جنگ یونان و ترکی کے چشم دید معرکے۔ ترکان احرار کا لشکر جرار، انگورہ سے قسطنطنیہ تک واقعات سفر اور دیگر بصیرت افزا مضامین کا مجموعہ۔ قیمت فی جلد ۴؍ (ایک روپیہ چار آنہ)

نقاب پوش ترک ہوا باز

[جنگ اناطولیہ کا ایک بے مثل ناول جس مین سلطان عبدالحمید خان مرحوم کے صاحبزادے امیر عبدالرحیم کے کارنامون کو نہایت

تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ قسطنطنیہ پر انگریزون کا قبضہ ہو جانیکے بعد امیر عبدالرحیم قسطنطنیہ سے بھاگ کر انگورہ پہونچے اور محکمہ ہوائی مین داخل ہوے۔ شہزادہ موصوف کی جنگی چالین اسقدر زبردست تھین کہ انھون نے متعدد یونانی بحری اور ہوائی جہازون کو غرق کر کے حواس باختہ کر دیا تھا۔ قیمت فی جلد معہ محصول ڈاک ۱۱؍

انگورہ مین ہندوستانی جاسوس

[انگریزون کے ہندوستانی جاسوس مصطفےٰ صغیر مرادآبادی کے کارنامون اور

بربادی اسلام کی مخفی جد و جہد کا آئینہ غازی مصطفےٰ کمال کے قتل کی سازش، ایک ترک خاتون سے مصطفےٰ صغیر کا عشق اور خاتون کی عملی جد و جہد سے مصطفےٰ صغیر کے اسرار کا انکشاف اور ترکان احرار کے خلاف انگریزون کی سازشون کا اس کتاب مین پوری طرح نقشہ کھینچا گیا ہے۔ قیمت فی جلد معہ محصول ۹؍

سیر الغازی مصطفےٰ کمال پاشا

[غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی پیدائش تربیت و تعلیم، فوج مین داخلہ، یورپ کی جنگ عظیم

غازی ممدوح اناطولیہ مین، آپ کے اوصاف و خصائل وغیر ملکی مدبرین کی رائین، اناطولیہ مین ترکی وطنی جد و جہد آستانہ پر دول حلفاء کا قبضہ، شیخ الاسلام کا فتویٰ، اندرونی جنگ، ترک وطن پرستون پر بغاوت کا الزام، جنگ کلکیہ، معاہدہ ترکی و فرانس ترکون اور ارمنون کی جنگ، سمرنا پر یونانی قبضہ، معاہدہ سیورے اور اسکا اثر، یونانیون کا پہلا حملہ، پیرس کانفرنسین، یونانیون کا دوسرا حملہ (این اوانی کا دوسرا معرکہ، نہر سقاریہ کے معرکہ کی تفصیل، یونانیون کا حملہ، زبردست ترکی حملہ، ۴

جنرل منیجر نجات بک ایجنسی بجنور (یو پی)

۴ - سقوط سمرنا، یونانی نقصانات، میدان جنگ اناطولیہ کا نقشہ، جنگ اناطولیہ کے مفصل حالات، غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی تقریر - درہ دانیال پر ترکون کی پیشقدمی - یونان مین انقلاب، مدانیہ کانفرنس

تھریس اور قسطنطنیہ پر ترکون کا قبضہ، سلطان وحید الدین کا فرار، لوزان کانفرنسین، غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی تقریرین اور ارشادات وغیرہ وغیرہ غازی ممدوح کا تازہ اور نہایت خوبصورت فوٹو، چکنے ولایتی کاغذ پر طبع ہوئی ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم



آزادئے اسلام

اسلام کے ابتدائی عہدون مین جن مسائل نے سب سے پہلے اختلاف و تفریق کی بنیادین رکھی ہین اور مسلمانون کو کتاب وسنت کے صراط مستقیم اور صحابہ کرام کے اسوہ حسنہ سے انحراف کی راہ دکھلائی ہے۔ ان مین سے ایک معرکتہ الآرا اور شدید الاختلاف مسئلہ خلق و قدم قرآن کا بھی ہے۔

مسئلہ خلق قرآن

مسئلہ "خلق و قدم قرآن" سے مقصد یہ تھا کہ اللہ کا کلام جو ہمارے پاس ایک کتاب کی شکل مین موجود ہے، اسمین الفاظ ہین اور معانی ہین۔ الفاظ کی آواز ہے جو مختلف حرکات زبان و اطراف زبان سے بنتی اور نکلتی ہے، معانی کے حقائق متصورہ ہین جنکا وجود معقولی بھی ہے، اور وجود خارجی بھی۔ پس ان اعتبارات سے قرآن قدیم ہے یا حادث، مخلوق ہے یا غیر مخلوق،

اس مسئلہ کو فلسفہ اور فلسفہ دان اقوام کے اختلاط نے پیدا کیا تھا۔ اسلام کی اصلی سرزمین ان لا حاصل اور قوائے علیہ کو بیکار کرنے والی کاوشون سے بالکل پاک تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ ان سوالات سے صحابہ کو روکا جو ان کی عملی زندگی اور اُن کے نصب العین سے ان کو ہٹانے والے تھے، اسلام نے عمل وسعادت کی ایک ہی سیدھی راہ کھول دی تھی اور وہ چاہتا تھا کہ مسلمان صرف اسی کی رہروی مین مشغول رہین۔ آپکے تمام عہد صحابہ بھی اسی حال مین بسر ہوا۔ لیکن بنو امیہ کی حکومت نے نظام خلافت اسلامی مین ایک انقلاب عظیم کرکے اس کی اجتماعی قوت کی نشو ونما روک دی اور نئے نئے فتنون اور ہلاکتون کا دروازہ کھولدیا۔ ایک بڑا فتنہ علوم عقلیہ قدیمہ اور

مذہب کا غیر صالح اختلاط تھا۔ ایک طرف نومسلم عجمی اقوام اپنی تمام پرانی بحثوں اور کاوشوں کو اپنے ساتھ لائیں۔ دوسری طرف اہل کتاب اور مجوسی علمار حکومت اموی کی تمام شاخوں اور محکموں پر حاوی ہوگئے، ان لوگوں نے جہاں اپنی مذہبی روایتیں مسلمانوں میں پھیلائیں، وہاں فلسفیانہ مباحث قدیمہ کا وہ دفتر پارینہ بھی کھول دیا، جو اسکندریہ وسوریا کے کھنڈروں اور جندیسا پور و مدائن کے اطلال و آثار کے اندر مدفون ہو چکے تھے۔

دراصل اس سوال کا پیدا کرنا ہی ایک ضلالت اور مسلک شریعت سے انحراف تھا، قرآن اللہ کا کلام ہے جسکو خدا کے رسول نے ہم تک پہونچایا۔ ہماری معلومات اس کی نسبت صرف اسی قدر ہے۔ اور اس سے ہدایت حاصل کرنے کے لئے اتنا علم کافی ہے۔ وہ مخلوق ہے یا قدیم۔ یہ سوال نہ تو خود قرآن نے ہمارے سامنے کیا نہ اللہ کے رسول نے نہ تربیت یافتگان عہد نبوت نے۔ پس جو کچھ ضروری تھا وہ وہی تھا۔ جو بتلایا گیا۔ وہ ضروری ہی نہیں، اور اس کی فکر و کاوش میں ہمارے لئے کوئی سعادت نہیں۔

سلف صالح اور محدثین کرام کا یہی مسلک تھا اور صرف اسی راہ میں امن تھا۔ لیکن افسوس کہ مسلمان ان فتنوں سے نہ بچ سکے جو ان سے پہلے کی قوموں میں موجب ضلالت ہو چکے تھے۔

پھر قدم و حدوث کے اعتبار سے بھی دیکھا جائے تو مسئلہ بالکل واضح تھا اور اسکی حقیقت ایک ہی تھی اللہ اور اس کی تمام صفات کاملہ قدیم ہیں اسکی ایک صفت کلام بھی ہے۔ قرآن اللہ کا کلام ہے۔ پس حروف و صوات والفاظ کی جس مرتبہ و منظمہ شکل میں وہ موجود ہے۔ اس کی حقیقت نظمی و ترتیبی کو بھی قدیم ہی ہونا چاہیے۔

لیکن فلسفیانہ کاوشوں نے ایک صاف بات کو پیچیدہ بنا کر نظر و بحث کی اور راہیں بھی کھول دیں فرقہ معتزلہ نے جو فلسفہ و معقولات یونانی سے متاثر ہو چکا تھا اس مسئلہ کو بالکل دوسری نظر سے دیکھا انھوں نے کہا کہ قرآن حکیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اس سے پہلے نہ تھا وہ ایک بامعنی عبارت ہے۔ عبارت جملوں سے مرکب ہے جملے الفاظ سے، اور الفاظ حروف سے، یہ حروف اور یہ الفاظ جب ہماری زبان سے نکلتے ہیں تو ہماری آواز ہوتے ہیں جو اس سے پہلے نہ تھی اور جسکا حدوث ہمارے ہی حلق و زبان سے ہوا۔ پس ان اعتبارات سے قرآن مخلوق ہے، قدیم نہیں ہو سکتا۔ علاوہ بریں اللہ ہر شئے کا خالق ہے۔ قرآن بھی اشیار میں داخل ہے۔ اسے بھی مخلوق ہونا چاہیے، ان خیالات سے معتزلہ نے سخت ٹھوکر کھائی انھوں نے دعویٰ کر دیا کہ قرآن مخلوق ہے۔ اور اس طرح گمراہی و فساد کا ایک بڑا دروازہ امت پر کھول دیا، ان کی ہدایت فلسفیانہ کاوشوں کے اندر گم ہوگئی۔ وہ یہ نہ سمجھے کہ اصوات کا مخلوق ہونا جو انسان کا فعل ہے دوسری چیز ہے، اور قرآن کا مخلوق ہونا جو ایک حقیقت نظمی و ترتیبی کا نام ہے۔ بالکل دوسری۔ قرآن

حکیم کو کسی اعتبار سے بھی مخلوق وحادث نہیں کر سکتے ۔ وہ نہ تو حرفوں کا نام ہے اور نہ آوازوں کا جو انسان کے حلق سے نکلتی ہیں " الحمد للہ رب العالمین " کا ہر حرف اور ہر لفظ اپنی انفرادی حالت میں جو آواز پیدا کرتا ہے اور ان کی حرکات صوتیہ سے جو تموج ہوا کے ذرّات میں ہوتا ہے یقیناً حادث ہے ۔ لیکن ساتھ ہی وہ قرآن بھی نہیں ہے ۔ قرآن تو اس حقیقت عظمی کا نام ہے جو ان حرفوں کی ایک خاص الٰہی ترتیب و تنظیم سے متشکل ہوئے اور الحمد رب العالمین بن کر لسان وحی جاری ہوئی وہ قدیم ہے ۔ اس لئے کہ خدا بھی قدیم ہے ۔

گلستان کا ہر حرف اور ہر لفظ سعدی کا کلام نہیں ہے لیکن گلستان سعدی کی ہے اس لئے وہ حقیقت جو انفراد حروف و اصوات کے علاوہ ہے اسی کا نام گلستان ہوگا اور وہی سعدی کی تصنیف ہے ۔

پس قرآن جس کتاب کا نام ہے وہ کسی اعتبار سے بھی مخلوق نہیں ہو سکتی ۔ معتزلہ نے اسے مخلوق قرار دیکر ایک طرف تو ان بحثوں کا دروازہ کھولا جو اسلام کے لئے سب سے بڑا فتنہ تھا ، دوسری طرف قرآن کی الٰہی عظمت و تقدسیت کے اعتقادی اساس کو بھی سخت صدمہ پہنچنے کا امکان پیدا کر دیا ۔ قرآن کی ربانی و الٰہی عظمت کا اعتقاد اسلام کی تمام کائنات زندگی کی اصلی روح تھی ، پس اگر آغاز عہد ہی میں اس کی پوری حفاظت نہ کی جاتی تو بہت جلد وہ وقت آجاتا جب لوگ توراة اور انجیل کی طرح قرآن حکیم کی عزّت الٰہی کو غارت کر دیتے ۔

اللہ تعالیٰ نے فرزندان اسلام کی سب سے بڑی مقدس و حامل شریعت جماعت یعنی محدثین کرام کو اس بدعت مضلہ کے انسداد کے لئے کھڑا کر دیا اور انھوں نے اپنا خون بہا کر اس مسئلہ کے دست برد سے قرآن حکیم کی حفاظت کی ۔

مسئلہ کی اہمیت

آجکل کے بعض ارباب علم و نظر کا خیال ہے کہ اس قسم کی بحثیں جنکے لئے ہمارے سلف صالح اور علماء حق نے ایک عظیم الشان داخلی جہاد کیا اور اکثر اوقات اپنی زندگیوں تک کی قربانی کر دی محض ایک لفظی نزاع تھی اور صرف سوء فہم و کج ذہنی نے انکو اہم و وقیع بنا دیا تھا ۔

وہ ان لوگوں کی عقلوں پر تعجب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ان سے زیادہ عقلمند ہیں کیونکہ ان بحثوں کی بے وقعتی و بے اثری کو خردمندانہ محسوس کر رہے ہیں لیکن افسوس کہ ہم ان سے متفق نہیں ہو سکتے یہ مسائل جس عہد میں پیدا ہوئے وہ اسلام کی نشوونما اجتماعی کا ابتدائی عہد تھا اس کے سرچشمے پھوٹ کر بہہ رہے تھے اور ایک

تنکا بھی ان کی راہ میں آجاتا تو خوف ہوتا تھا کہ یہی تنکے جمع ہو کر ایک دن بڑی بڑی نہر دن کے دہانوں کو بند کر دیں گے۔
محدثین کرام نے اس حقیقت کو سمجھا اور اسلام کی حفاظت کے لئے کمر بستہ ہو گئے ان کی مثال اس جانباز عاشق کی سی تھی جو اپنے معشوق کے تلووں میں ایک کانٹے کی چبھن بھی دیکھتا ہو تو اس زور سے چیختا ہو گویا اسکے پہلو میں خنجر نے شگاف کر دیا۔ وہ اس ایک ایک تنکے۔ ایک ایک کانٹے اور مٹی کے ایک ایک ذرے کے لئے اپنی گردنوں کو ذبح کرا دینا چاہتے تھے جو اسلام کی راہ میں آجائیں اور اس کی صراط مستقیم کو آلودہ کرنا چاہیں، اگر اسوقت اللہ تعالےٰ فرزندان اسلام کی اس سب سے برگزیدہ جماعت کے دلوں کو اپنے الہام سے معمور نہ کر دیتا اور وہ ایک داخلی جہاد عظیم کر کے ان تمام فتنوں کا سدباب نہ کرتے تو آج دنیا میں اسلام کی بھی وہی حالت ہوتی جو دنیا کے تمام محرف و مسخ مذاہب کی نظر آرہی ہے اور اس کی حقیقی تعلیم کو بھی طرح طرح کی بدعات و محدثات کا سیلاب بہالے گیا ہوتا،

آج تمھارا حال یہ ہے کہ اسلام کی گردن پر تلواریں چلتی ہیں تو تمھیں اتنا بھی صدمہ نہیں ہوتا، جتنا کسی انگلی کے پوٹے میں سوئی کی خلش سے ہو سکتا ہے۔ تم ان پاک روحوں اور خدا کے کلمۂ حق کے جانثاروں کی حالت کا کیا اندازہ کر سکتے ہو جو اس کی راہ میں ایک تنکے کے آجانے سے بھی اسی طرح بے چین ہو جاتے تھے گویا انکے بستر پر دہکتے ہوئے انگارے بچھا دئے گئے،

قرآن حکیم کی جس حفاظت و عظمت پر تم آج ناز کرتے ہو یہ دراصل انہیں محدثین کرام کی حق پرستیوں کا نتیجہ ہے جنھوں نے اسکو بھی گوارا نہ کیا کہ کوئی نئی آواز قرآن کے لئے اٹھائی جائے اور کوئی بات ایسی اس کی نسبت کہی جائے جو اس کی غیر انسانی عظمت کی تنزیہ و تقدیس کو بٹہ لگائے،

پھر اس سے بھی قطع نظر کرو یہ مسئلہ محض ایک لفظی نزاع ہی کب تھا۔ معتزلہ کہتے تھے کہ قرآن مخلوق و حادث ہے۔ ہر مسلمان کو اسکا اعتقاد رکھنا چاہئے، اور اس طرح قرآن کے لئے ایک ایسی بات کہتے تھے اور ایک ایسی بات کا اقرار کرانا چاہتے تھے جسکا اقرار نہ تو خود قرآن نے کرایا اور نہ رسولؐ نے کچھ کہا، پھر کیا یہ ایک سخت فتنہ نہ تھا جو نئی نئی اعتقادی بدعتوں کا ایسی دروازہ کھولتا تھا۔ اور کیا یہ شریعت پر اضافہ کرنا اور اسلامی اعتقاد کی تہمیم نہ تھی،

محدثین کرام نے جن مقاصد کی بنا پر اس طرح کے تمام فتنوں کی مخالفت کی اور کسی شکل میں بھی انکو گوارا نہ کیا۔ واقعات نے ثابت کر دیا ہے کہ وہ یکسر صحیح و واقعی تھے، ہم دیکھ رہے ہیں کہ انہی مسائل نے بالآخر اسلام کی حقیقی تعلیم کو طرح طرح کی خارجی ضلالتوں سے آلودہ کیا اور ان کوششوں کے بعد بھی اسلامی عقاید غیر دینی

اثرات و اختلاط سے محفوظ نہ رہ سکے صرف محدثین کرام ہی کا ایک گروہ ایسا نظر آتا ہے جن کے دلوں کو اللہ نے اپنی حفاظت میں لے لیا تھا، نہ تو انقلابات علمی کے موثرات ان کی استقامت حق پر غالب آسکے اور نہ انسانی افکار و اوہام کی دلکشیاں انکے دلوں کو جمال قرآن و سنت کے عشق سے پھیر سکیں۔ فی الحقیقت یہی وہ پاک جماعت تھی جسکے لئے زبان نبوت نے اوّل روز ہی حکم سنا دیا تھا،

لا یزال من امتی قائمین علی الحق، حتی یاتی امر اللہ وہم الظالبون،

بہرحال علمار حق اور محدثین کرام نے اس بدعت شدیدہ اور فتنۂ عظیمہ کا اس قوت و سرزدشی کے ساتھ مقابلہ کیا کہ تمام دنیا کی حق پرستی و امر بالمعروف کی تاریخ میں اسکے واقعات یادگار رہیں گے،

اگر یہ مسئلہ صرف عامہ معتزلہ تک محدود رہتا تو پیروان اسلام کے سواد اعظم کے لئے (جو اس کا مخالف تھا) کوئی مصیبت نہ تھی۔ یہ صرف بحث و دلائل کا میدان ہوتا، اور زبان و قلم کا جہاد اس کے لئے کافی تھا لیکن مصیبت یہ تھی کہ حکومت وقت نے اس مذہب کا ساتھ دیا، اور بعض خلفار عباسیہ نے معتزلہ کے ساتھ ہوکر خلق قرآن کے مسئلہ کو بجبر پھیلانا چاہا۔ انھوں نے حکومت کے زور سزاؤں کے اعلان قید خانوں کی زنجیروں اور جلّادوں کی تلواروں کو حرکت دی، اس لئے یہ علمی مسئلہ علمی نہ رہا۔ بلکہ ارباب حق کے لئے ابتلاؤ آزمائش کی ایک ہیبت ناک ہولناکی بن گیا،

مامون الرشید کا استبداد

خلفائے عباسیہ میں مامون الرشید عباسی ایک عجیب و غریب حکمران گذرا ہے اسکی زندگی میں بعض چیزیں بالکل متضاد جمع ہوگئی تھیں، وہ ایک طرف علوم اسلامیہ کا ماہر تھا۔ عربیت کا کامل الفن تھا، علم و حکمت کا عاشق اور حریت و آزادی کا حامی تھا۔ اس کی حریت پسندی نے دنیا کے تمام مذہبوں کو مطلق العنان چھوڑ دیا تھا۔ الحاد آزاد تھا۔ ثنویت کی پرستش نہ تھی۔ مانویت علانیہ ظاہر کی جاتی تھی۔ مزدکیت کے لئے کوئی روک نہ تھا۔ یونان و ایران کے جن ملحدانہ مذاہب کو کبھی بھی پناہ نہ ملی تھی وہ بغداد کے گلی کوچوں میں پرورش پا رہے تھے،

لیکن دوسری طرف کے اندرونی مذاہب و اختلافات کے میدان میں آکر دیکھئے تو اسکے ہاتھ میں استبداد کی بے پناہ تلوار اور زبان پر جبر و قہر کے سخت سے سخت احکام نظر آتے ہیں،

مامون الرشید کے اسی استبداد داخلی کے سلسلے میں مسئلہ خلق قرآن کا فتنۂ عظیمہ بھی ہے جسنے تیسری صدی

ہجری مین علمارِ حق کے لئے ابتلاء و امتحان کا ایک نہایت نازک وقت پیدا کر دیا تھا - اسنے معتزلہ کا مذہب خلقِ قرآن قبول کر لیا تھا - اور اسی کو حق و باطل اور اسلام و کفر کا معیار قرار دیا - اسنے چاہا کہ اپنی حکومت کے جبر و قہر سے لوگون کو مجبور کرے اور اس چیز کا اقرار کرے جس کے لئے شریعت نے انھین کوئی حکم نہین دیا ہے - بلاشبہ وہ اپنے بھائی امین الرشید کو قیدخانے کی کوٹھری مین قتل کرا سکتا تھا - اور یقیناً اس کے بھیجے ہوئے جلّادون کی تلوارون مین یہ قدرت تھی کہ مسکین امین کے تکئے کی ڈھال پر غالب آجائین - لیکن اس کی پوری حکومت اور حکومت کی تمام طاقتین بھی اس سے عاجز تھین کہ حاملینِ شریعت اور علمارِ حق کے استقامت و ثبات پر غالب آسکین - اور انکو حق و ہدایت کی اُس راہ سے پھرا دین جس پر انکا یقین اور نورِ ایمان انہین چلا رہا تھا۔

تاہم فتنہ عظیم تھا - اور اسکے تمام تر نتائج نے وہ سب کچھ کیا - جو ایسے مواقع مین ہمیشہ ہوا ہے - بہت سے علمارِ حق قید ہوئے - بہت سے جلاوطن کئے گئے - بعض خاک و خون مین بھی تڑپے، اور بہتون کے قدم جادۂ ثبات سے ڈگمگا بھی گئے،

فتنہ کی ابتدا

غالباً سب سے پہلے ۲۱۲ سنہ ہجری مین مامون الرشید نے خلقِ قرآن کے مسئلہ کا سرکاری طور پر اعلان کیا اور دار الخلافت مین بحث و مباحثہ کا بازار گرم ہوا - لیکن جبر و تشدد کی ابتدا ۲۱۸ سنہ ہجری سے نظر آتی ہے - جب کہ مامون الرشید پوری قوت کے ساتھ آمادہ ہو گیا تھا کہ تلوار کے زور سے خلقِ قرآن کا مذہب مسلمانون مین پھیلائے -

چنانچہ اسی سنہ مین اُسنے ایک فرمان اسحاق بن ابراہیم گورنر بغداد کے نام بھیجا - فرمان کا مضمون یہ تھا کہ تمام علمارِ شہر کو جمع کرو، جو لوگ خلقِ قرآن کا اقرار کرین - انھین چھوڑ دو، جو انکار کرین ان کی نسبت خبر دو، پھر دوسرا فرمان بھیجا کہ بشر بن ولید الکندی قاضی القضاۃ اور ابراہیم بن مہدی اگر انکار کرین تو قتل کر دئے جائین، لیکن انکے علاوہ دیگر منکرین خلقِ قرآن کو صرف قید کر دیا جائے (ابو الفداء، جلد دوم، صفحہ ۳۱)

ابراہیم بن مہدی کے قتل کا تو پولیٹکل اسباب سے وہ خواستگار ہی تھا، لیکن بشر بن ولید کے لئے قتل کی سختی اس لئے تھی کہ قاضی القضاۃ تھے، افسوس کہ ان دونون کا اثبات اس پہلی ہی آزمائش مین ہلاک ہو گیا - اور خلقِ قرآن کا اقرار کرکے اپنی جان بچا لی - اور بہت سی کمزور روحون نے انکا ساتھ دیا - لیکن علمارِ حق کی ایک معتد بہ جماعت ایسی بھی تھی، جسکے لئے حکومت کی تلوارون اور دنیوی عقوبتون کے فرمانون سے بڑھ کر خدا کا فرمان ہیبت

وسطوت رکھتا تھا۔ انھوں نے صاف انکار کردیا۔ اور قید خانے کی بیڑیاں خوشی خوشی پہن لین۔ اس جماعت حق کا سرتاج وہ وجود مقدس و مبارک تھا جسکو شریعت کے احیا و تجدید اور کتاب و سنت کے مسلک قویم کے اعلان و حفظ کی خدمت درگاہ الٰہی سے سپرد ہوئی تھی، اور جس کی قربانی کو خدا نے اس فتنہ کے استیصال کے لیے روز ازل ہی سے چن لیا تھا۔ یعنی حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جو فی الحقیقت تمام ائمہ سلف مین اپنی مخصوص فضیلتون کی بنا پر ایک ہی شخص ہین۔ جن کو امام اہل سنت والجماعت کے لقب سے پکارا جا سکتا ہے۔

جامع رصافہ

اس واقعہ کے بعد ہی مصائب و محن کا ایک سیلاب امنڈ آیا۔ اور تمام بغداد کانپ اٹھا۔ علمار کے سامنے صرف دو ہی راہین تھین یا اس چیز کا اقرار کرین جسکا اقرار ان سے شریعت نے نہ کرایا۔ یا جلاد کی تلوار دیکھین اور قید خانے کی زنجیرون سے ہم آغوش ہون۔ بہتون نے بغداد سے ہجرت کی۔ بہتون نے گھر سے نکلنا بند کردیا۔ بہتون کی عزلت گزینی یہان تک بڑھی کہ جمعہ کی جماعت کی شرکت ترک کردی، لیکن کسی کو اس کی جرأت نہین ہوتی تھی کہ مامون الرشید کی سطوت و جلال کے مقابلے کے لیے اٹھے اور اس جبر و قہر اور تسلط غیر شرعی سے اہر لیکے،

مامون نے گذشتہ واقعات ہی پر قناعت نہ کی بلکہ استبداد و جبر کا ایک قدم اور آگے بڑھایا، بغداد کی سب سے بڑی مسجد (جامع رصافہ) تھی جو رصافہ کے شرقی جانب واقعہ تھی اور جسکا صحن ہمیشہ علمار و ملت کے درس و مواعظ کی مجلسون سے پر رہتا تھا، مامون نے حکم دیا کہ فقہا و محدثین مین سے کوئی عالم مسجد مین درس نہ دے، اور نہ لوگون کے مجمع مین بیٹھے۔ صرف بشر مریسی اور محمد بن جہم کے لئے یہ منصب مخصوص ہے جو اکابر معتزلہ اور خلق قرآن کی دعاۃ مین سے تھے۔

انھین دونون شخصون کے ہاتھ مین تمام فقہا و محدثین کی موت و حیات کا رشتہ دیدیا تھا، جو عالم مسئلہ خلق قرآن کی مخالفت مین ایک لفظ بھی زبان سے نکالتا تھا، پولیس اسے گرفتار کرلیتی تھی اور انکے سامنے لیجاتی تھی۔ وہ جو حکم دیتے تھے اس کی تعمیل کی جاتی تھی، علمار کا ایک بہت بڑا گروہ جو اپنے اندر سچائی کے لئے دکھ اٹھانے کی طاقت نہین رکھتا تھا بظاہر انکا ہم زبان بن گیا تھا اور نفاق کے سپر پر انکی تلوار کو روکتا تھا۔

یہ متوحش خبریں بہت جلد تمام عالم اسلامی میں پھیل گئیں اور ہر شہر میں اسی فتنہ کا چرچا ہونے لگا۔

شیخ عبدالعزیز الکنانی

مکہ معظمہ میں اسوقت ایک عالم حق اور محدث عصر شیخ عبدالعزیز بن یحیی کنانی تھے انھوں نے جب اس فتنہ کا حال سنا اور مامون کے قہر وجبر "معتزلہ کے استبداد" اور علماء کی خاموشی کی سرگذشتیں معلوم کیں تو غیرت حق کے جوش اور امر بالمعروف کی روح ایمانی کے اضطراب سے بے اختیار ہوگئے اور عزم بالجزم کرلیا کہ اس فتنہ کے انسداد کی راہ میں اپنی زندگی قربان کردیں گے وہ اپنے رسالہ میں (جو خاص طور پر اسی واقعہ کی نسبت لکھا ہے اور جس کا قلمی نسخہ جامع اموی دمشق کے کتب خانہ میں محفوظ ہے) لکھتے ہیں۔

" اتصل بی وانا بمکہ ما ابتلی بہ الناس فی بغداد وکیف استطال علیہم بشر المریسی
ولبس علی امیر المومنین وعامتہ اولیائہ فاطار نومی وخرجت من بلدی متوجہا
الی ربی داسالہ سلامتی حتی قدمت بغداد فشاہدت من غلظ الامر واشتدادہ
اضعاف ما کان یتصل بی"

(ترجمہ) میں مکہ میں تھا جب مجھکو بغداد کے واقعات معلوم ہوئے کہ کس طرح مسلمان ایک سخت مصیبت میں مبتلا ہیں اور کس طرح بشر مریسی ان پر سختیاں کررہا ہے اور کس طرح امیر المومنین اور ارکان سلطنت پر اسکا داؤ چل گیا ہے پس میں غفلت سے چونکا اور اپنے شہر سے نکلا اللہ کی طرف میری نظر تھی اور اسی کے فضل ونصرت سے اپنی سلامتی کا خواستگار تھا۔ یہاں تک کہ بغداد پہونچگیا اور اپنی آنکھوں سے تمام حالت دیکھی مجھ پر روشن ہوا کہ معاملہ اس سے بدرجہا سخت وپر مصیبت ہے جتنا میں نے سنا تھا۔ انتہی۔

ہم شیخ موصوف کے رسالے سے اس سفر حق اور جہاد امر بالمعروف کے واقعات نقل کرتے ہیں۔

ورود بغداد

شیخ عبدالعزیز بغداد پہونچے اور یہاں کے تمام حالات معلوم کئے۔ سب سے پہلا مرحلہ یہ تھا کہ وہ کسی طرح مامون الرشید کے دربار تک پہنچیں اور اس مسئلہ کے متعلق امر بالمعروف کا فرض ادا کریں۔ لیکن اسمیں بڑی ہی مشکلیں تھیں ہر قدم پر اسکا خوف لگا تھا کہیں مامون کے مقابلہ سے پہلے ہی گرفتار نہ کرلئے جائیں یا قتل کا فتویٰ نہ دیدیا جائے

وہ اللہ کی طرف جھکے اس راہ مین اس کی نصرت غیبی سے مدد چاہی اور ایک خاص تدبیر کرکے جمعہ کے دن جامع رصافہ مین پہونچے انکا چھوٹا سا لڑکا بھی انکے ساتھ تھا،

جامع رصافہ مین کلمہ حق کا اعلان

نماز جمعہ ابھی ختم ہی ہوئی تھی کہ لوگون نے حیرت و تعجب کے ساتھ ایک عجیب واقعہ دیکھا، ایک شخص جو اپنی صورت اور لباس سے مکہ کا باشندہ معلوم ہوتا ہے پہلی صف مین کھڑا ہوگیا ہے ایک چھوٹا سا بچہ اسکے بالمقابل ایک ستون سے پیٹھ لگائے اس کی طرف نگران ہے اور بآواز بلند باہم سوال و جواب ہورہا ہے اجنبی نے پکار کر پوچھا میرے بیٹے قرآن کی نسبت تو کیا کہتا ہے۔

بچے نے پکار کر جواب دیا "کلام اللہ۔ منزل غیر مخلوق۔ اللہ کا کلام اتارا ہوا غیر مخلوق"!

آہ، یہ چند لفظ تھے جو ایک بچے کی زبان سے نکلے، لیکن فی الحقیقت انہی کے اندر دعوت حق اور امر بالمعروف کی ایک کائنات ایمان مخفی تھی یہ وہ صدا تھی جسکے لئے اسوقت بغداد کا ایک ایک ذرہ پیاسا تھا لیکن اس کی در و دیوار کو برسون نصیب نہین ہوئی تھی صرف ایکبار اس جملہ کو کہدینا ہی وہ جہاد اعظم تھا جکی فضیلت کے آگے ایک ہزار برس کی شب ہائے عبادت اور روزہائے صیام بھی کچھ حقیقت نہین رکھتے تھے،

اس لئے نہین کہ خلق قرآن کا مسئلہ دعوت حق کی توتون کے خرچ کرنے کے لئے سب سے بڑا مصرف تھا اور اس لئے بھی نہین کہ اس صدا کے ایکبار بلند ہوجانے سے وہ جیلخانے کھل جاسکتے تھے جنکے اندر علمار حق محبوس تھے اور وہ زنجیرین ٹوٹ جاسکتی تھین جو امام احمد بن حنبل اور محمد بن نوح کے پاؤن میں پڑی تھین بلکہ صرف اس لئے کہ جبر و استبداد غیر شرعی سے ایک کلمہ حق کو کہنا جرم قرار دیدیا گیا تھا، اور انسان کا ہاتھ بڑھ رہا تھا کہ خدا کی کھولی ہوئی زبانون کو بند کردے پس اسوقت زمین کے ہر اُس بسنے والے پر جو خدائے تعالی کو جانتا اور خدا کے رشتے کو اپنے دلمین رکھتا تھا فرض ہوگیا تھا کہ اس انسانی جبر کو توڑے اور خدا کی وفاداری کے لئے انسانی اطاعت سے سرکش ہوجائے،

اسوقت برسون کے کامون اور صدیون کے ارادون کی ضرورت نہ تھی بلکہ صرف ایک ہی مقدس لمحہ کی جس کے اندر صدائے حق کی ایک آواز بلند ہوجائے اس ایک آواز کا بلند کردینا ہی اصلی کام تھا اسکے بلند کردینے کے بعد یہ سوال نہین کیا جاسکتا کہ اسنے کام کیا کیا، حق کا کہنا جب جرم ہوجائے تو حق کا کہدینا ہی سب سے بڑا کام ہے۔

اگر شیخ عبدالعزیز کنانی اسکے بعد ہی قتل کر دیا جاتا جب بھی اسکے کام کی عظمت کا ایک ذرہ بھی گھٹتا،

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل الجہاد کلمۃ حق عند سلطان جابر،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے فضیلت والا جہاد کلمۂ حق ہے جو کسی جابر بادشاہ کے مقابلہ مین کہا جائے ؎

حاکم پولیس اور شیخ کی گفتگو

اس سوال وجواب کی ایک ہی صدا نے تمام مسجد کے اندر تہلکہ مچادیا، لوگ حیرت سے دم بخود ہوگئے اور حیران ہوکر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے، بہت سے لوگ بھاگ گئے کہ اب کوئی بڑی ہی مصیبت آنیوالی ہے لیکن شیخ عبدالعزیز بے خوف وہراس اپنی جگہ پر کھڑے تھے اور استاد کا سامنے کے ستون سے ٹیک لگائے دوبارہ منتظر سوال تھا۔

اتنے مین کوتوال شہر سپاہیون کی ایک جماعت لیکر مسجد مین پہنچ گیا، اور شیخ عبدالعزیز اور انکے لڑکے کو گرفتار کرکے اپنے صیغہ کے رئیس اعلیٰ کے دفتر مین لے گیا جسکو آجکل کی اصطلاح مین پولیس کمشنر کہنا چاہیے، اسوقت بغداد کا پولیس کمشنر عمرو بن مسعدہ تھا۔ دونون مین حسب ذیل گفتگو ہوئی۔

عمرو بن مسعدہ پولیس کمشنر: کیا تم پاگل ہو؟ شیخ عبدالعزیز: نہین،

عمرو۔ کسی نے تمھین بہکا دیا ہے؟ شیخ: نہین،

عمرو۔ خودکشی کرنا چاہتے ہو؟ شیخ: نہین، الحمدللہ مین صحیح العقل ہون اپنے ہوش وحواس مین ہون اور علم معرفت رکھتا ہون ؎

عمرو۔ کسی نے تم پر ظلم کیا ہے تم مظلوم ہو؟ شیخ: نہین

عمرو بن مسعدہ نے کوتوال سے کہا کہ اسے پوری نگرانی وحفاظت کے ساتھ میرے مکان مین پہنچا دو، سپاہیون کی جماعت نے شیخ کو گھیر لیا، دو آدمیون نے انکے دونون ہاتھ اپنے اپنے ہاتھون مین لے لئے اور پولیس کمشنر کے مکان مین داخل ہوگئے ؎

عمرو بن مسعدہ (کمشنر پولیس) ان سے پہلے ہی مکان پہنچ گیا تھا۔ اور صحن مین ایک آہنی کرسی پر بیٹھا تھا ایک نہایت ہی مکلف اور مطلا افسر پولیس کی وردی اسکے جسم پر[1] تھی شیخ کو اپنے سامنے کھڑا کرکے اسنے فرد تحقیق

[1] شیخ عبدالعزیز نے اپنے رسالہ مین "شوار" کا لفظ لکھا ہے شوار سے مقصود وہ خاص لباس ہے جو اس زمانے کے افسران فوج وپولیس کی سرکاری وردی ہوتی تھی ؎

شروع کی۔

عمرو۔ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ شیخ ۔ مکہ معظمہ کا۔

عمرو۔ آج مسجد میں تمنے جو کچھ کیا تھا، اس سے تمھارا مقصد کیا تھا؟

شیخ ۔" طلبت القربۃ الی اللہ ورجاء الزلفی لدیہ (اللہ کے قرب کی طلب اور اس کی رضا کی امید)

عمرو۔ نہیں تمھارا مقصد یہ معلوم ہوتا ہو کہ اس واقعہ کے ذریعہ شہرت حاصل کرو اور چونکہ تم اسکے نتائج سے ناواقف ہو اس لئے حماقت سے سمجھتے ہو کہ یہ شہرت وسیلۂ رزق ہوجائے گی اور لوگوں سے مال و دولت لوٹسکوگا

شیخ ۔ اگر اعلان حق کے سوا اور کوئی خیال میرے سامنے تھا تو وہ صرف یہ تھا کہ کسی طرح امیر المومنین کے حضور تک پہنچوں اور ان کی موجودگی میں اس مسئلہ کی نسبت عیاں خلق قرآن سے مناظرہ کروں۔

عمرو۔ سبحان اللہ! اس کی بھی آپ کو جرأت ہے۔

شیخ ۔ تمکو میری خواہش پر تعجب کرنے اور حقارت کی نظر ڈالنے کا کوئی حق نہیں ۔تم امیر المومنین کو سب سے بڑا سمجھتے ہوگے۔ مگر میں خدا کو سب سے بڑا الیقین کرتا ہوں۔

عمرو۔ اچھا یہی سہی۔ پھر کیا تم تیار ہو کہ امیر المومنین کے دربار میں اس عقیدہ کو ظاہر کرو اور علماء سے مناظرہ کرو؟

شیخ ۔ الحمدللہ، اللہ کی مدد سے بالکل تیار ہوں ۔صرف یہی ایک چیز ہے جسنے مجھے یہاں تک پہونچایا اور میں نے دیدہ دانستہ ایک ایسے شدید خطرہ میں اپنے آپ کو اور اپنے عزیز بچے کی جان کو ڈال دیا۔ خدا کی مقدس کتاب کی عزت برباد ہو رہی ہے اور اس کی نسبت اس بات کا اقرار لیا جارہا ہے جسکا اقرار خدا اور اسکے رسول نے نہیں لیا۔ مسلمانوں کی زبانوں کو خدانے کھولا ہے مگر تم بند کررہے ہو اور بغیر کسی جرم و قصور کے بندگان خدا طرح طرح کی تکلیفوں میں مبتلا ہو رہے ہیں ۔پس میں علم رکھتا ہوں مجھے شریعت کی معرفت خدانے عطا فرمائی ہے، میرا فرض ہو کہ اس فتنہ کے انسداد کی کوشش کروں، نتیجہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

عمرو۔ اچھی بات ہو تم امیر المومنین کے دربار تک پہونچادیے جاؤگے لیکن اگر وہاں جاکر تمنے اپنا کوئی اور مقصد ظاہر کیا اور ثابت ہوگیا کہ اس مسئلہ کا اظہار محض ایک بہانہ تھا تو پھر؟

(اس مسئلہ کے خلاف بحث کرنے کے لئے دربار میں جانا اسوقت ایک ایسی عجیب بات تھی کہ کسی طرح عمرو بن مسعدہ کو اسکا یقین نہیں آتا تھا ۔ وہ سمجھتا تھا کہ کوئی اور ذاتی مقصد ہو دربار تک پہونچنے کے لئے اس مسئلہ کو وسیلہ بنالیا ہو)۔

شیخ: اگر ایسا ہوا تو میرا خون تمھارے لئے حلال ہے،
عمرو: تمھارے خون کے حرام ہونے میں تو مجھے اب بھی شبہ ہے جبکہ تم امیر المومنین کے حکم کی علانیہ مسجد میں توہین کر چکے ہو،
شیخ: حکم صرف خدا اور اس کے قرآن کا ہے۔

عمرو بن مسعدہ نے گھوڑا طلب کیا، اور کوتوال سے کہا کہ میں دربار کی طرف جاتا ہوں، تم شیخ اور اس کے لڑکے کو سپاہیوں کے حلقہ میں لیکر پیچھے پیچھے آؤ۔

شہر کی تمام خلقت ان عجیب و غریب باپ بیٹے کو حیرت اور افسوس کی نظروں سے دیکھ رہی تھی، جنھوں نے موت کی تلاش میں بغداد کا سفر کیا تھا اور اب اسکے منہ میں بے خوف و خطر جا رہے ہیں۔

راہ میں انھوں نے لوگوں کی آوازیں سنیں جو کہہ رہے تھے "دارالخلافہ میں باہر کے مسافر زندگی اور راحت کے لئے آتے ہیں۔ لیکن انھوں نے موت کے عشق میں اپنا گھر چھوڑا"

کیا واقعی ان دونوں نے موت کے لئے اپنے وطن عزیز کو چھوڑا تھا۔ ہاں، مگر اس موت کے لئے جو تمام امت مرحومہ کو استبداد کی موت سے نجات دلاکر حریت حقہ کی زندگی بخشنے والی تھی۔ بل احیاءٌ ولاکن لا تشعرون،

قصر شاہی بغداد کے شرقی حصہ میں تھا یہ مجمع دجلہ کو عبور کرکے ایوان خلافت تک پہونچا، اور عمرو بن مسعدہ شیخ کو کوتوال کی حفاظت میں چھوڑ کر خود اندر گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد واپس آکر شیخ سے کہا۔

میں نے تمھارا حال امیر المومنین کی خدمت میں عرض کر دیا کہ تم مسٔلہ خلق قرآن کی نسبت ان علماء دارالخلافہ سے مناظرہ کرنا چاہتے ہو جو خلق کے قائل ہیں امیر المومنین نے اسے منظور فرمایا۔ پیر کے دن مجلس مناظرہ منعقد ہوگی۔ امیر المومنین خود بہ نفس نفیس شریک مجلس ہونگے، اگر پیر تک کے لئے کسی شخص کو اپنی ضمانت بن پیش کرو تو تمھیں رہا کر دیا جائے۔

شیخ نے کہا۔ میں مسافر ہوں کسی شخص سے یہاں جان پہچان نہیں رکھتا کہ اس کی ضمانت پیش کر سکوں۔ علی الخصوص ایسی حالت میں ایک شاہی مجرم ہوں میرے لئے کسے پڑی ہے کہ اپنی جان مصیبت میں ڈالیگا۔

عمرو نے کہا، خیر ہم تیرا اعتماد کرتے ہیں۔ جب تم اپنے عقیدے میں ایک خیال حق سمجھکر اسکے لئے ایسے پرخطر جرأت کر رہے ہو تو یقیناً تم جھوٹ نہیں بول سکتے۔ تم جاؤ اور اپنے معاملہ پر غور کرو۔ اگر اب بھی تم اس جنون سے باز آجاؤ تو تمھاری مسافرت پر رحم کرکے امید ہے کہ امیر المومنین تمھاری کل کی جرأت کو معاف کر دیں۔

جرأت حق کی پہلی برکت اور خدا کی نصرت کا پہلا نظارہ دیکھو کہ افسر شاہی جو اس لئے تھا کہ شیخ کو سزا

دے، خود بخود اسیر اعتماد کرتا ہے اور بغیر کسی کی ضمانت لئے رہا کر دیتا ہے۔ ان تنصراللہ ینصرکم (اگر تم خدا کے کلمۂ حق کی مدد کروگے تو خدا بھی تمھاری مدد کریگا)۔

مناظرہ کے دن

مامون الرشید نے تمام علماء دارالخلافہ کو پیر کے دن دربار شاہی میں حاضر ہونے کا حکم دیدیا۔ شیخ عبدالعزیز پیر کے دن قصر شاہی میں حاضر ہوئے تو کوتوال کو اپنا منتظر پایا۔ وہ عمرو بن مسعدہ کے سامنے لے گیا۔ عمرو نے دیکھتے ہی کہا۔

اُمید ہے کہ اب تمھیں عقل آگئی ہوگی، اور تم اس جنون سے باز آگئے ہوگے جسکا نتیجہ قتل کے سوا اور کچھ نہیں ہے تم امیرالمومنین کے حکم وعقیدے کی اس سختی سے مخالفت کرنا چاہتے ہو اسکا نتیجہ تلوار کے سوا اور کچھ نہ دیکھو اب بھی اس حماقت سے باز آجاؤ تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ اب بھی معافی دلا دونگا۔ نیز شاہی انعام واکرام اور جاگیر وریاست سے تم مالامال کر دیئے جاؤگے کیونکہ تمھارے اندر شجاعت کا جوہر موجود ہے۔

لیکن شیخ عبدالعزیز کے لئے یہ تمام باتیں بے سود تھیں۔ انھوں نے کہا۔ حق مظلوم ہوگیا ہے میں اسے پھر قائم کرنا چاہتا ہوں مجھے جب اپنی زندگی کی پرواہ نہیں تو مال وجاگیر کا ذکر کیا کرتے ہو ؎

برو این دام بر مرغ دگرنہ کہ عنقارا بلندست آشیانہ

عمرو جوش تاسف سے کھڑا ہوگیا اور کہا۔ افسوس تمھاری غربت پر اور صد افسوس تمھارے بچے کی یتیمی اور تمھاری بیوی کی بیوگی پر، میں تمھیں ہلاکت سے نکالنے کی کوشش کر رہا ہوں مگر تم ہلاکت کے عشق میں دیوانے ہو رہے ہو۔

شیخ کی روح حق سے صدائے یقین اُٹھی، اللہ کی وہ نصرت واعانت جو صرف حق اور خدمت گذاران حق کے لئے ہے مجھے کبھی نہیں بھلا سکتی۔ اور اگر میرے لئے اللہ نے اپنی راہ میں موت ہی لکھی ہے تو یہ شہادت ہے پھر شہادت سے بڑھکر اور کونسی نعمت ہوسکتی ہے جس کا ایک مومن کو عشق ہو۔

عمرو نے جب دیکھا کہ سمجھانا بیکار ہے تو صحبت ختم کر دی، اور مامون الرشید کو اسکے آنے اور آمادہ مناظرہ ہونے کی اطلاع دی۔ پھر شیخ کو ایک ایسی جگہ بٹھا دیا جہاں سے وہ تمام آنیوالے لوگوں کو دیکھ سکے اور کہا کہ اجتماع کی تکمیل کے بعد تم حضرت شاہی میں طلب کئے جاؤگے۔

شیخ اپنے رسالے میں لکھتے ہیں کہ عمرو کو میری ہلاکت کا اس درجہ یقین تھا کہ باوجود میری طرف سے مایوس ہونے کے ضبط نہ کرسکا، اور آخر میں پھر نصیحت کی :۔

" قد حرصت علی خلاصک جھدی وانت حریص علی سفک دمک جھدک! فقلت یا عمر معرفتہ اللہ اعظم والطف من ان لیبانی ومن یتوکل فھو حسبہ۔

(ترجمہ) میں نے تمھاری نجات وسلامتی کے لئے وہاں تک کوشش کی جہاں تک میرے امکان میں تھا مگر افسوس کہ تم اپنا خون بہانے کے لئے حریص ہو اور اسکے لئے اپنی پوری قوت سعی صرف کر رہے ہو۔ میں نے کہا! اے عمرو اللہ کی اعانت اس سے زیادہ بڑی اور مہربانی رکھنے والی ہو کہ مجھے بھلادے اور جسنے اللہ پر بھروسہ کیا اسکو خدا بس کرتا ہے " لہا لبقیۃ صالحہ ۔

علماء سلف کی حریت حقہ اور دعوائے الحق کا ایک مناظرہ

(مناظرہ کا اہتمام اور ہیبت و اجلال دربار)

مامون الرشید نے مناظرہ کی تیاری کے لئے غیر معمولی احکام جاری کردیے تھے اپنی نوعیت کے لحاظ سے یہ ایک عجیب و غریب مناظرہ تھا اس لئے تمام اُمرا ورؤسا، علماء وفقہا، ارکان وزرار، افسران فوجی وملکی اپنے تمام ساز وسامان جاہ وجلال کے ساتھ اسمین شریک ہونے کے لئے نکلے۔ عبدالعزیز کنانی نے ڈیوڑھی میں بیٹھے ہوئے دیکھا، کہ انسانی جاہ وجلال اور سطوت وہیبت کے بڑے بڑے مناظر یکے بعد دیگرے انکے سامنے سے گذر رہے ہیں :۔

وہ اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں :۔

" عمرو بن مسعدہ نے مجھے ایسی جگہ بٹھایا جہاں سے میں تمام آنے والوں کو اچھی طرح سے دیکھ سکوں بعد کو مجھکو معلوم ہوا کہ خاص امیرالمومنین کے حکم سے ایسا کیا گیا تھا۔ اس سے مقصد یہ تھا کہ دربار میں جانے سے پہلے ہی دربار کے جاہ وجلال کی ہیبت مجھ پر طاری ہوجائے، اور میں دیکھ لوں کہ کیسے پُرہیبت وسطوت مجمع کے سامنے مجھے جانا پڑیگا، اور آزادی وبیباکی کی زبان کھولنی پڑے گی۔ لیکن افسوس کہ وہ انسانی جاہ وجلال کے جلوے دکھلا کر ایک ایسے شخص کی آنکھوں میں ڈر اور ہیبت پیدا کرنا چاہتے تھے جس کی نگاہوں کے سامنے رب السماوات

والارض کا لازوال جاہ وجلال موجود تھا۔ اور جو نگاہ خدا کی عظمت و قدوسیت کے جلوون مین محو ہو چکی ہو اسکو انسانون اور انسانون کے قیمتی کپڑون اور آہنی تلوارون کی قطارین کیا ڈرا سکتی تھین ؟ ۔

"مبین حقیر گدایان عشق را کین قوم شہان بے کمر و خسروان بے کلاہ اند"

شیخ عبدالعزیز نے دیکھا کہ سب سے پہلے امرائے ہاشم کا گروہ نمودار ہوا جن کے سیاہ عمامون کے طلائی شملے ہوا مین اُڑ رہے تھے، اور آفتاب کی روشنی مین ان کا سنہری رنگ اس طرح درخشندہ تھا کہ نگاہین زیادہ دیر تک نظارہ کی تاب نہین لاسکتی تھین۔ ان کی عبائین بھی سیاہ تھین جن کو خلفاء عباسیہ نے اپنا قومی لباس قرار دیا تھا اور عباؤن کی سیاہی کے اندر سنہری ساز و یراق اور طلائی قبضہ والیان شمشیر کی متحرک چمک اس طرح نظر آتی تھی۔ گویا ابر آلود آسمان پر بجلیون کی مضطرب لہرین کوند رہی ہین۔

اس کے بعد علماء و فضلاء دارالخلافہ کا مقدس جلوس تھا۔ جن کے لباس اور ساز و سامان سواری مین اگرچہ سونے چاندی کے تکلفات نہ تھے اور ہر چیز سے سادگی اور بے تکلفی نمایان تھی، تاہم انکا عظیم الشان گروہ، غلامون کے حلقے، خدام کا جاہ وحشم، مذہبی زندگی کا مقدس جاہ وجلال، اور پُر ہیبت و وقار چہرے، بجائے خود ایک ایسی ہیبت رکھتے تھے جو مصنوعی تکلفات و آرائش کے ساز و سامان سے بے نیاز تھی۔ اس جلوس مین سب سے پہلے بشر مریسی کی سواری تھی جو اسوقت فرقہ معتزلہ کا سب سے زیادہ نامور رئیس تھا، اسکے بعد دارالخلافہ کا قاضی القضاۃ اپنے جاہ وحشم ریاست کے ساتھ جلوہ آرا تھا۔ پھر تمام قضاۃ و ارباب افتاء کی جماعت تھی۔ انکے بعد متکلمین و فقہا و ارباب درس و علوم کا سلسلہ۔ لیکن ان سب مین زیادہ نمایان حصہ فرقہ معتزلہ کے علماء کا تھا۔ اور جو علماء معتزلہ نہ تھے وہ بھی اتلاً مسئلہ خلق قرآن مین سرکاری حکم کے آگے سر اطاعت جھکا چکے تھے۔

اس نظارہ تقدس کے بعد وزراء و ارکان سلطنت کا پُر عظمت نظارہ تھا، انکے عمامے بھی سیاہ تھے مگر طلائی شملون کی جگہ عمامون کے بالائی پیچ پر ایک مطلا حاشیہ لگا تھا۔ اور وہ اس احتیاط سے لپٹا گیا تھا کہ عمامہ کا نصف زیرین قطر طراز شعاعون کا ایک سنہری دائرہ بن گیا تھا۔ انکے گھوڑون کے ساز و یراق بھی مطلا تھے اور سنہری وردیون سے ملبوس غلامون کا شاندار حلقہ ہر سوار کے گرد و پیش جلوہ فروش عظمت و اجلال تھا۔

اعیان حکومت کے بعد افسران فوجی کی سب سے زیادہ موثر اور ہولناک ہیبت تھی جو اپنی اپنی فوجون کے ساتھ محل شاہی کی طرف آرہے تھے، اور ان کی برہنہ تلوارین، روبہ آسمان نیزے، طرح طرح کے اسلحہ جنگ ایک آہنی سمندر کی طرح متلاطم نظر آتے تھے۔

شیخ عبدالعزیز اس فوجی نظارۂ دہشت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں

" القیم بالسلاح الاحداث الھیبت فی نفسہ وسائر الناس الذین یونسک ان نفسھم"

(ترجمہ) اور مسلح فوج کی اس لئے نمائش کی گئی، تاکہ میرے دل پر وحشت وہیبت طاری ہو جائے۔ نیز اس خیال سے بھی کہ میں نے حکم سلطانی کو ٹھکرا کر اگر عام رعایا کے اندر کوئی مفسدانہ جوش پیدا کر دیا ہو۔ تو وہ بھی اس فوجی نمائش سے مرعوب ہو کر دب جائے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حکومت نے یہ ساز وسامان صرف شیخ کو ڈرانے ہی کے لئے نہیں کیا تھا بلکہ عام رعایا کے اندر مخالفانہ جوش پیدا ہونے کا بھی اُسے اندیشہ تھا۔ اس سے اندازہ کرو کہ ایک مسافر وغریب الوطن اجنبی کی صرف ایک ہی صدائے حق نے مامون الرشید اعظم کی اس حکومت جو قیصر قسطنطینہ کو روم کا کتا کہہ کر خطاب کرتے تھے اور کتے کی طرح عاجزی کی زمین پر لٹا دینے کی بھی طاقت رکھتے تھے کس طرح لرزا دیا تھا، اور کس طرح وہ گھبرا کر اپنی فوجوں اور ان کی برہنہ تلواروں کی نمائش کر رہا تھا کہ کہیں اس غریب الوطن کی مقاومت میری مطیع رعایا کے دل سے میری ہیبت نہ نکال دے۔

پھر اور زیادہ غور کرو۔ اور دیکھو کہ یہ عبدالعزیز کون تھا، دنیا کی بادشاہت اس کے پاس کتنی تھی خزانہ وفوجیں سے کیا رکھتا تھا۔ کتنے غلام اس کی رکاب کو تھامتے تھے، کتنے محل اُسنے اپنی آسائش کے لئے تعمیر کئے تھے؟

آہ! دنیا کے ان تمام سامانوں اور دنیوی جاہ وجلال کی ان تمام نمائشوں میں سے تو اس کے پاس کچھ بھی نہ تھا۔ ایک تنہا مسافر جسکو بغداد میں آئے ہوئے چوتھا دن تھا، ایک غریب الوطن فقیر جسکا شہر بھر میں ایک بھی ساتھی اور حمایتی نہ تھا۔ ایک اجنبی محض جس کے جسم پر مسکینی کے لباس اور غربت کی فقر نمائی کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ بایں ہمہ اس کے پاس ایک ایسی طاقت تھی جس کی فرمانروائی دلوں کے آگے مامون الرشید کی پوری سلطنت بھی ہیچ تھی۔ اور جس کے جاہ وجلال کے آگے اس کی وہ سطوت وابہت بھی کچھ نہیں کر سکتی۔ جس سے قیصر روم ڈرتا اور شاہ فرانس لرزتا تھا۔ یہ طاقت نہ تو تخت شاہی کے اوپر پیدا ہوتی ہے، اور نہ شہنشاہی کے عظیم الشان قصروں اور محلوں میں، اسکا گھر الشان کا ٹوٹا ہوا دل ہے، اور اسکا محل ایمان باللہ کی زخمی روح ہے، بادشاہ کا تخت جسم پر حکم کر سکتا ہے اور لوہے کی تلواریں رگوں کو کاٹ سکتی ہیں۔ پر نہ تو اس طاقت الٰہی کے آشیانے کو اُجاڑ سکتی ہیں اور نہ اسکی اقلیم سلطنت پر اس کی فرمانروائی چل سکتی ہے۔ وہاں صرف خدا ہے، جسکا ایمان ہے، اسکے

کلمۂ حق کی خسروی ہو اسکی صداقت و راستی کی ملوکی ہو اور حق و معروف کے ایک ہی فرمانِ اعظم کا حکم ہے،

اولٰئک کتب فی قلوبہم الایمان وایدہم بروح منہ ویدخلہم جنّٰت تجری من تحتہا الانہٰر

خالدین فیہا رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ اولٰئک حزب اللہ الا ان حزب اللہ ہم المفلحون (۵۸ - ۲۰)

(ترجمہ) یہی وہ راستباز انسان ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے اپنے ایمان کا نقش جما دیا اور اپنی روح نصرت و فتحمندی سے ان کی مدد کی۔ پس اب خوف و ہراس اور ناکامی و نامرادی انکے لئے نہ رہی وہ انکو بہشتوں کی بہشتی زندگی میں داخل کریگا وہاں باغ و چمن کا دائمی عیش ہو اور نہروں کی روانی کا نظارہ راحت، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ یہ اللہ کی جماعت ہے۔ اور یقین کرو کہ اللہ کی جماعت ہی فتح و مراد پانیوالی ہے،

پس شیخ عبد العزیز کے وجود غربت و فلاکت کے اندر جو ہیبت و جلال پیدا ہوگیا تھا اور جسنے امون اعظم کو اپنی فوجوں کے نکالنے اور تلواروں کے جھکانے پر مجبور کیا تھا۔ وہ شیخ عبد العزیز کی ہیبت نہ تھی جسکو تلوار کی ایک حرکت ٹکڑے ٹکڑے کرسکتی تھی۔ وہ خدائے عبد العزیز کی ہیبت تھی، وہ حق پرستی اور ایمان باللہ کی قہاریت تھی وہ جرأت ایمانی اور سطوت روحانی کا ایک ممکن التسخیر اجلال تھا۔ کما قال فی المثنوی

ہیبت حق ست این از خلق نیست   ہیبت این مرد صاحب دلق نیست

فلا تخافوہم وخافون ان کنتم مؤمنین!

داخلہ

جب تمام ارکان و شرکاء مجلس مناظرہ آچکے تو شیخ عبد العزیز کی بھی طلبی ہوئی ایک کے بعد ایک متعدد دہلیزیں تھیں جن سے شیخ کو گذرنا پڑا۔ سلطانی دہلیزوں کے مرحلے کے بعد ایوانہائے خلافت کا ایک سلسلہ شروع ہوا جن میں سے ہر ایوان ایک پوری شہنشاہی ساز و سامان شوکت و ابہت سے معمور تھا۔ اور ہر ایوان کے خاتمہ پر اسکا پہلا رہنما رخصت ہوجاتا اور نیا ہاتھ اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتا تھا۔ اس کے بعد اور بھی بہت سے مرحلے آئے جن کی تمام جزئیات شیخ نے لکھی ہیں اور زیادہ تر خطیب بغدادی وغیرہ مورخین عہد عباسیہ کی روایتوں سے واضح ہوتی ہیں۔ لیکن سرگذشت کا یہ تمام حصہ دولت عباسیہ کے جاہ و جلال سلطنت کے کارخانوں سے تعلق رکھتا ہے، مگر ہم اسوقت مضطرب ہیں کہ مجلس مناظرہ تک جلد سے جلد پہنچیں اور انسانی حکومتوں کے جاہ و جلال کی جگہ ایک داعی حق کے جاہ و جلال خداوندی کا جلوہ دیکھیں،

صاحب الستر

یہان تک کہ "صاحب الستر" یعنے رئیس حجاب کا ایوان خاص آگیا، عہد عباسیہ مین "صاحب الستر" کا عہدہ بالکل ایسا تھا جیسا آجکل یورپ مین Lard Chamberlain یا ٹرکی مین "وزیر تشریفات" کا ہے۔ یعنی شاہی ملاقات وحضور کا متوسط ووسیلہ۔ اسکو "حاجب" بھی کہتے تھے اور یہ قصر شاہی کا وہ آخری برزخ ہوتا تھا۔ اسلام نے جب خلیفہ وقت کے لئے کوئی محل ہی نہ بنایا تو اس کے دروازے کے لئے دربان کہان سے آتا۔ اس لئے خلفائے راشدین کا تمام زمانہ اس عہدہ سے خالی رہا۔ سب سے پہلے امیر معاویہ نے دہلیز شاہی کی بنیاد ڈالی اور شاہان عجم کی روایتین سنکر حاجب کا عہدہ اسکے لئے قرار[سلہ] دیا۔

حاجب صحن دربار تک لے گیا۔ صحن کے دونون جانب کمرون کا ایک سلسلہ تھا جسمین مخصوص وزراء وندما باذن حضور تک ٹھہرتے اور انتظار کرتے تھے۔ یہان پہنچکر شیخ سے حاجب نے پوچھا۔

آپکو وضو کے تجدید کی خواہش ہے۔ شیخ نے کہا نہین۔ حاجب نے کہا "تو قبل اسکے کہ آپ امیر المومنین کے حضور مین پہونچین، دو رکعت نماز نفل پڑھ لیجئے"

شیخ نے نماز پڑھی، اور جب نماز پڑھی تو یہ کہنا غیر ضروری ہے کہ کس عالم مین پڑھی، اور اپنے اس خدائے قدوس کے حضور مین کیونکر کھڑے رہے۔ جسکے کلمۂ حق کے لئے عنقریب ایک انسانی شہنشاہی کے حضور مین جانیوالے تھے ؎

بجرم عشق توام می کشند غوغائیست — تو نیز بر سر بام آکہ خوش تماشائیست

واللہ یعلم ما تسرون وما تعلنون،

ایوان دربار

اب پردہ اُٹھا اور شیخ نے یکایک دیکھا کہ کرۂ ارضی کے عہد کا سب سے بڑا شہنشاہ (مامون اعظم) اس کے سامنے ہے۔ یہ نگاہون کو خیرہ کر دینے والا ایک آفتاب نصف النہار تھا، جو یکایک ابر کے نقاب سے باہر نکل آیا۔ اور

سلہ الاستیعاب مین حافظ ابن عبد البر نے اس کی تصریح کی ہے۔ نیز تمام مورخین اسلام کا اس پر یقین ہے۔

غریب الوطن اجنبی کے لیے بہت مشکل تھا کہ پہلی نظر مین اس نظارے سے متأثر نہ ہو۔[سلہ]

تمام خدام و متعلقین دربار کو چونکہ شیخ کے متعلق معلوم تھا کہ یہ شاہی مجرم ہے اور اسنے موجودہ حکومت کا سب سے بڑا گردن زدنی کا جرم کیا ہو اس لئے انھون نے چاہا کہ مامون کے حضور مین جسقدر سختی اور بے احترامی اسکے ساتھ کر سکتے ہین کرین اور اسے محترم لوگون کی طرح دربار مین نہ لائین۔ چنانچہ اس موقعہ کے متعلق شیخ عبدالعزیز اپنے رسالہ مین لکھتے ہین :-

فازاح الستر واخذ الرجال بیدی وعضدی، وجعل اقوام ایدیہم فی ظہری

وعلی رقبتی، وطفوا یعدون بی، فنظر الی المامون وانا اسمع صوتہ "خلوا عنہ"

وکثر الضجیج من الحجاب والقواد بمثل ذلک، فخلوا عنی وقد کاد یتغیر عقلی من

شدۃ الجزع وعظیم مارأیت فی ذالک الصحن من السلاح وہو مدد الصحن وکنت

قلیل الخبرۃ بدار امیر المومنین ما زرایتہا قبل ذالک ولا دخلتہا۔

(ترجمہ) پردہ ہٹا اور خدام بارگاہ نے میرے ہاتھون اور بازؤن کو پکڑ لیا۔ وہ اس طرح مجھ پر ٹوٹ پڑے کہ انکا ہاتھ میرے سینہ پر تھا اور ایک ہاتھ کاندھے پر۔ انھون نے اس طرح سختی اور بے احترامی کے ساتھ چاہا کہ مجھے اندر لے جائین مگر مامون الرشید کی نگاہین مجھ پر پڑین، اور مین نے اس کی آواز سنی کہ وہ کہہ رہا ہے" اسے چھوڑ دو"۔ مامون کے کہنے کے ساتھ ہی اور لوگون نے بھی اسکی تعمیل مین "چھوڑ دو" "چھوڑ دو" کا غل مچایا۔ اور بے شمار آوازین ایک ساتھ بلند ہوگئین۔ حکم شاہی پاتے ہی خدام و حجاب نے مجھے چھوڑ دیا، لیکن دربار شاہی کے اچانک نظارے خدام و حجاب کی اس دار و گیر، اہالیان دربار کی صداؤن کے ہنگامہ اور برہنہ تلوارون اور اسلحہ جنگ سے بھرے ہوئے صحن کی ہولناکی نے میرے ہوش و حواس پر نہایت اثر ڈالا۔ اور قریب ہوا کہ شدت حواس اور ہیبت نظارہ سے

سلہ مامون الرشید تحت پر نہین تھا، کیونکہ یہ مجلس مناظرہ تھی اور ہارون الرشید سے لیکر معتضد باللہ تک خلفاء عباسیہ کا یہی قاعدہ رہا کہ علمی مجالس مین ہمیشہ مثل اور شرکاء مجلس کے فرش ہی پر بیٹھتے تھے، البتہ صدر ایوان میں انکی جگہ اور مغرق بطلا قالین مخصوص تھا ڈاکٹر جی سلیمان نے ابوبکر خطیب بغدادی کی تاریخ مدینۃ الاسلام کا جو ٹکڑا ایڈٹ کرکے چھاپا ہو اسمین ایک خاص عنوان حلقائے عباسیہ کی مجالس علمیہ کے متعلق بھی ہو اسمین تشریح کر دی ہو کہ ہارون و مامون جب کبھی کسی مجلس مناظرہ و محادثہ علمیہ مین یا بحث الحکمۃ مین آتے تھے تو عام علماء و حکماء کی طرح خود بھی فرش پر بیٹھتے تھے، اور مامون کا تو یہ حال تھا کہ لبا اوقات اپنے معتمد علماء کو صدر میں اپنی جگہ دیتا تھا۔

میری عقل متغیر ہوجائے اور میرا حال یہ تھا کہ نہ تو کبھی مین نے اس سے پہلے محل شاہی کو دیکھا تھا نہ کبھی اسمین قدم رکھا تھا، میری معلومات بھی امیرالمؤمنین کے دربار کے متعلق بہت تھوڑی تھی۔ الخ

علمارِ حق کے اس صدق بیان اور راستی فطرت کو دیکھو کہ شیخ عبدالعزیز کس طرح صاف صاف خود اپنے قلم سے اپنی کمزوری کی سرگزشت لکھ رہے ہین جو اس موقعہ مین ان سے ظاہر ہوئی اور اس دربار مین پہنچکر جسکے جلود ان نے قیصرِ روم کے ایلچی کو اپنے عہد تنزل مین بھی مبہوت ولایعقل کر دیا تھا۔ وہ بادل ناخواہ اپنے ضبط و تمکین کو قائم نہ رکھ سکے۔"

بہرحال شیخ کو حجاب کے جبر و قہر سے نجات ملی۔ اور دربار کے دروازہ سے چند قدم آگے بڑھے، وہ لکھتے ہین کہ مامون الرشید کی آواز برابر میرے کانون مین آرہی تھی " ادخلوہ قربوہ " اسکو اندر لاؤ اور مجھ سے قریب کرو۔ چنانچہ وہ بلا تامل آگے بڑھتے گئے یہان تک کہ انھون نے اس عہد کی زمین کے سب سے بڑے بادشاہ کو اپنے سامنے دیکھا۔ اور بغیر کسی عجز و انحنار کے باآواز بلند کہا " السلام علیک یا امیرالمؤمنین ورحمۃ اللہ وبرکاتہ " اور ساتھ ہی جواب دیا وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور ساتھ ہی ایک لمحہ سر سے لیکر پیر تک انکو دیکھتا رہا۔ اسکے بعد کہا اور آگے آؤ، شیخ آگے بڑھے، پھر کہا، آگے آؤ شیخ اور آگے بڑھے۔ تیسری مرتبہ پھر اسی حکم کو دہرایا۔ شیخ بالکل قریب چلے گئے۔ صاحب الستر بھی ساتھ تھا۔ اور تدریج انکو آگے بڑھاتا جاتا تھا، یہان تک کہ ان مین اور مامون الرشید مین صرف اتنا فاصلہ رہ گیا کہ دو آدمی درمیان مین بیٹھ سکتے تھے۔ شیخ اپنی جگہ پاکر بیٹھ گئے۔ مگر اب تک انکے دل مین

۱؎ المقتدر باللہ عباسی کے زمانے مین قیصر روم نے بعض معاملات کے انجام دینے کے لئے ایک سفیر بھیجا تھا۔ جس سے خلیفہ موصوف نے " قصر حسنی " میں ملاقات کی تھی۔ اس ملاقات کی تفصیلی حالت خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ مین درج کی ہے۔ وہ لکھتے ہین کہ سفیر دہلیز مین قدم رکھتے ہی بالکل مبہوت ہوگیا، ساز و سامان سلطنت دیکھکر اسکے ہوش و حواس بجا نہ رہے اسنے حجاب سے کہا کہ کچھ دیر کے لئے مجھے تنہا چھوڑ دیا جائے، تاکہ اپنے ہوش و حواس مین آجاؤن، اللہ اللہ انقلاب زمانہ کی نیرنگیان! ایک زمانہ وہ تھا کہ روم کا سفیر ہمارے دربار مین آتا تھا اور ہماری عظمتون کو دیکھکر بیہوش ہوجاتا تھا۔ آج خود ہم غیرون کے ساز و سامان دیکھکر شدتِ مرعوبیت سے بیعقل و حواس ہوگئے ہین، اور انکو طاقت کا ایک دیوتا سمجھکر اللہ کی طرح پوج رہے ہین، حتیٰ کہ ہیبت و حواسی کے سوا کبھی خودداری احساس کا ایک لمحہ بھی ہمین میسر نہین آتا۔ آگ تھی ابتدائے عشق میں ہم ۔ ہوگئے خاک انتہا ہے یہ، آگ کے شعلے بجھ جاتے ہین، لیکن راکھ کے ڈھیر مین چنگاریان دبی دبائی باقی رہتی ہین، اور ہوا کے ایک جھونکے سے بھڑک اٹھتی ہین، پھر کیا اس چولھے کی چنگاریاں کبھی بھی نہ بھڑکین گی، کیا طوفان حوادث و تغیرات کا کوئی جھونکا ان پر سے نہین گذریگا؟ وہو الذی ینزل الغیث من بعد ما قنطوا وہو الولی الحمید۔

ہیبت ورعب کے اثرات باقی تھے،

صاعقۂ حق کی پہلی گرج

شیخ جونہی اپنی جگہ پر بیٹھے ایک طرف سے صدا آئی " اس کے لئے تو صرف اسقدر کہدینا کافی ہے، "قبح اللہ وجہک " (عربی مین تذلیل وتحقیر کی ایک گالی ہے) خدا کی قسم مین نے اپنی پوری عمر مین کسی شخص کو اسقدر بد صورت نہین دیکھا "

شیخ لکھتے ہین کہ مین نے اس آواز کو سُنا۔ لیکن اب تک میرے دل مین ہیبت وحواس کا تھوڑا بہت اثر باقی تھا۔ اس لئے مین خاموش رہا حتیٰ کہ کہنے والی کی طرف مین نے نظر اُٹھا کے دیکھا بھی نہین،

اس کے بعد مامون الرشید شیخ کی طرف متوجہ ہوا۔ اور شیخ کا نام، خاندان، ابوت، حیثیت، قبیلہ، وطن، محلہ، مکہ معظمہ، کے بنو ہاشم کے حالات اور اس قسم کی اور بہت سی باتین دریافت کی، جن کو ہم نظر انداز کر دیتے ہین، اس کے بعد کہا "تمھارا بغداد مین آنا اور جامع رصافہ مین کھڑے ہو کر میرے ایک حکم دینی وشرعی کو توڑنا اور خدا کی صفات مین دوسری چیزون کو شریک کرنا اور پھر مناظرہ کی خواہش کرنا۔ یہ تمام حالات مین نے سُنے ہین، اور اسی لئے علماء دار الخلافہ کو مین نے آج مدعو کیا ہے "

شیخ لکھتے ہین کہ مامون الرشید کا یہ جملہ کہنا کہ تم نے خدا کی صفات مین دوسری چیزون کو شریک کیا میرے لئے رحمت الٰہی ہو گیا۔ مجھ پر دربار کی ہیبت کا اثر اب تک باقی تھا، مگر مسئلہ خلق قرآن کی نسبت جب یہ قول باطل مین نے سُنا تو معاً دل کے اندر ایک آگ بھڑک اُٹھی اور دعوت حق کی غیرت سے مین معمور ہو گیا ساری ہیبت ودہشت یک قلم کافور ہو گئی، اور مین دو بدو جواب دینے اور امر بالمعروف کا فرض ادا کرنے کے لئے بالکل مستعد ہو گیا "

مامون الرشید کے جملے ابھی پورے ختم نہین ہوئے تھے کہ شیخ کی آواز بادل کی گرج اور بجلی کی کڑک کی طرح ایوان دربار مین گونج اُٹھی۔ تمام اہل دربار اس مبارزت اور بیباکی پر ٹوٹے رہے۔ مگر اُسنے کسی کی پروا نہ کی، اور جس طرح ایک معمولی اور حقیر انسان سے کوئی خطاب کرتا ہے کڑکتی ہوئی آواز مین تقریر شروع کی: " یا امیر المومنین مین ایک فقیر الحال طالب العلم ہون، اپنے وطن اور خانہ خدا کے مقدس جوار مین تھا کہ مین نے خلیفۂ وقت کے مظالم وجبر کی درد انگیز سرگذشت سُنی۔ مجھے معلوم ہوا، کہ حق مظلوم ہو گیا ہے۔ سُنت کی روشنی بجھ گئی ہے، بدعت

کی آندھیان زور شور سے چل رہی ہین حق کا کہنا جُرم ہوگیا ہو۔ اور باطل پرستی کے صلے مین جاہ وعزت کی بخشش ہو رہی ہو۔ جس چیز کا اقرار خدا تعالیٰ نے اُمت مرحومہ سے نہین کرایا جس کی گواہی اس کے رسولون نے نہ دی جسکا اعلان خلفائے راشدین نے نہین کیا جن کی خلافت طریق نبوت پر تھی، اور جسکے لئے کسی ایک صاحب رسول اللہؐ کی زبان کو بھی حرکت نہین ہوئی اس چیز کے اقرار کو آج ایک انسان ہر مومن کے لئے شرط قرار دے رہا ہے، جو ہارون الرشید کے گھر مین پیدا ہوا اور وہ ہادی کا لڑکا تھا، اسنے نہ تو تابعین کو پایا نہ اصحاب رسول اللہؐ کو دیکھا نہ عہد نبوت کی برکتون مین اسکا کوئی حصّہ ہے تاہم وہ شریعت الٰہی کے اس مخفی راز کو جانتا ہو جسکو تابعین نے نہ جانا، اگرچہ دُنیا سے مومن گئے صحابہ نے نہ جانا اگرچہ کفر کی چھینٹ بھی ان پر نہ پڑی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے لئے کچھ نہ کہا حالانکہ صاحبِ وحی ورسالت تھے۔"

شیخ عبدالعزیز اب وہ عبدالعزیز نہ تھا جسکو عمرو بن مسعدہ نے کوتوالی مین اپنے سامنے کھڑا کیا تھا اور جو دربار مامونی کے دروازے مین قدم رکھتے ہی اس کی ہیبت وجلال سے لرز اُٹھا تھا، اب وہ ایک دوسری ہی روح تھی، جو دنیا کی تمام جسمانی طاقتون اور عظمتون سے ارفع واعلیٰ ہوکر صرف رب السموات والارض کی قدوسیت سے فیضیاب جلال وقواریت تھی اور مامون الرشید اگر تمام کرۂ ارضی کی بکھری ہوئی طاقتون کو جمع کرکے اپنے ساتھ لے آتا جب بھی اس کی گرج کی تاب نہین لاسکتا تھا۔

شیخ کے جوش وخروش بیباکانہ طرز بیان، مساویانہ مقابلے، اور ہنگامہ ساز آواز کی ہولناکیون نے اس تمام مجمع کو اس طرح دم بخود کردیا کہ (حسب تصریح شیخ) کسی کو روکنے یا ٹوکنے کا ہوش نہ تھا حتیٰ کہ جب اُنھون نے خود مامون الرشید اعظم کا اس حقارت کے ساتھ ذکر کیا، جب بھی نہ ان حجاب وخدام بارگاہ کی تلوارون کو حرکت ہوئی، جو اسے دیکھتے ہوئے دربار مین لارہے تھے اور نہ ان اُمرا ورؤسا کی زبانین ہلین جنھون نے اسکے کم رو چہرہ کی حقارت کی تھی۔ الاان اولیاء اللہ لاخوف علیہم ولاہم یحزنون،

شیخ نے اپنی تقریر جاری رکھی۔

آہ! تم ہوا کا وہ جھونکا ہو جس سے شریعت کی آگ تو نہ روشن ہوسکی، مگر اُسنے سنّت کے چراغون کو گل کردیا، تم سیلاب خلافت کی وہ رَو ہو جو بدعات ومحدثات کی خس وخاشاک کو تو نہ بہا سکی مگر اسنے حق پرستی کے تناور درختون کو گرادیا۔ تم امارت وسیادت کی وہ تلوار ہو جو بطالان وناحق کوشی کی فوجون کو تو نہ قتل کرسکے پر اسنے ارباب حق کے امیرون کو اپنی برش وروانی کا تختۂ مشق بنایا! اب تک تمھارا دعویٰ رسول کی جانشینی کا

رہا تھا۔ مگر اے مامون بن ہارون! تو اب رسول کی جانشینی ہی کا نہین بلکہ رسول سے زیادہ حق رسالت کا مدعی ہوگیا ہو، رسول خدا نے اُمت سے اسکا اقرار کبھی نہین کرایا کہ وہ کلام اللہ کو غیر مخلوق کہین، مگر تیرے نزدیک کوئی شخص مسلمان نہین ہو سکتا جب تک وہ بطلان کے اس کلمہ پر ایمان نہ لائے، تو نے صرف اس جرم پر کہ ارباب حق نے صراط مستقیم سے انحراف نہ کیا جو خدا کے رسول اور اس کے تربیت یافتون نے اُنکے آگے کھولدی ہو اپنے جبر و جور کی تلوار میان سے کھینچی۔ اور اُنھین کافرون کی طرح قید خانون مین قید کردیا۔ رسول اللہ کی سنت کے اتباع کے لئے تیرے پاس سزا و عقوبت ہی، اور بدعت و ضلالت کے لئے پیشوائی و سیادت کی عزت! خدا کے رسول نے ذمیون کو امان دی ہے۔ مگر تیری خلافت مین مسلمانون کے لئے امان نہین ہو۔ اے مامون! اللہ سے ڈر، اسکے عذاب کی پکڑ سے کانپ جسین بہت ڈھیل ہو۔ مگر جس سے کبھی چھٹکارا نہین۔ وہ زمین کے ائمہ و خلفاء کو تلوار بخشتا ہو تو اُن سے چھین بھی لیتا ہے، تم سے پہلے دمشق کے ائمہ جور نے مسلمانون کا خون مباح کیا۔ مگر تمھارے ہاتھون سے انکا خون بھی مباح کیا گیا، نہ ہو کہ تمھارا خون بھی کسی کے ہاتھون مباح کیا جائے۔ تم انکے تخت کے وارث ہوئے ہو، مگر انکے جور و طغیان کی وراثت سے اللہ"

جون جون وقت گزرتا جاتا تھا شیخ کا جوش و خروش بڑھتا جاتا تھا، سارے دربار پر ایک بیخودانہ ہیبت طاری تھی، فوجون کی قطارین جسکے ڈرانے کے لئے نکالی گئی تھین، اُمرا و رؤسا کا پُر عظمت جلوس جو زبان کو جسکی گونگا اور عقل کو معطل کردینا چاہتا تھا۔ خدام و حجاب کی برہنہ تلوارین جسکو سزا دینے اور ایک ادنیٰ اشارہ شاہی پر قتل کردینے کے لئے چمک رہی تھین، اور جو ایک فقیر الحال اجنبی اور بیکس مجرم کی طرح بغداد کی کوتوالی مین کھڑا کیا گیا تھا حق کی شاہنشاہی کو دیکھو کہ وہی شخص آج مامون اعظم کے دربار مین اسی طرح بادشاہون کی طرح غضبناک ہورہا اور شاہنشاہون کی طرح حکمرانی کر رہا ہے، گویا بغداد کے تخت پر مامون کی جگہ اسکو بٹھا دیا گیا ہو اور ایوان دربار کے اندر اور باہر جو کچھ ہے وہ مامون الرشید اعظم کے لئے نہین ہو بلکہ عبدالعزیز بن یحیی الکنانی کے لئے ہو! اور پھر دیکھو کہ ان چند لمحون کے اندر کوئی چیز بھی نہین بدلی۔ وہی مامون ہو وہی اسکا تاج و تخت ہو، وہی اسکے ارکان و وزرا ہین۔ وہی فوجین ہین، وہی اُن کی بے نیام تلوارین ہین وہی مجلس مناظرہ ہے۔ اور وہی عبدالعزیز کا جسم حقیر و وجود تنہا لیکن صرف ایک چیز بدل گئی، یعنی عبدالعزیز کا دل اور اس کے ایمان و حق پرستی کی روح الٰہی، اس ایک حقیقت کے بدلنے کے ساتھ ہی تمام کائنات کی جسم و طاقت مین انقلاب عظیم ہوگیا، جو انسان قہر کے لئے تھے خود مقہور ہوگئے جو زبانین حکم کے لئے تھین خود محکوم ہوگئین جو ہاتھ عتاب کے لئے تھے خود معتوب ہوگئے۔ جو آنکھین سحر و ساحری کے لئے تھین خود مسحور ہوگئین۔ من لہ المولیٰ فلہ الکل۔

شیخ نے تقریر جاری رکھی اور خلافت اسلامی اور اس کے فرائض کی طرف متوجہ ہوئے اور بکثرت قرآن حکیم کی آیات اور احادیث کی تصریحات بیان کر کے دکھلایا کہ مسلمانوں کے امیر کو کیسا ہونا چاہیے اور خلفائے عباسیہ علی الخصوص امون الرشید کے اعمال کیسے ہیں؟ پھر انھوں نے خلفاء راشدین اور عامۂ صحابہ کے اتباع کتاب سنت اور اجتناب بدعات و محدثات کا حال بیان کیا، اور اپنے شیوخ حدیث کے سلسلے میں چند حدیثیں روایت کیں، جنمیں خلافت راشدہ کے بعد فتنہ و فساد پیدا ہونے کی خبر دی گئی تھی، اور بتلایا گیا تھا کہ نئے نئے اعتقاد مسلمانوں کے سامنے لائے جائیں گے اور انکو کتاب و سنت کی راہ سے منحرف کرنے کی کوشش ہوگی۔

شیخ نے اپنے جن شیوخ سے روایتیں کیں۔ ان میں عبداللہ ابن بشیر الہدانی بھی ہیں، جو محمد بن عبداللہ ابن الہدانی استاد امام بخاری کے والد ہیں۔ نیز عبدالرزاق؟ بھی ہیں جو حضرت امام حنبل کے مشہور شیوخ میں سے ہیں۔

شیخ نے رسالے میں اپنی پوری تقریر نقل کی ہے جو ۲ صفحوں میں آئی ہے۔ رسالے کی جو نقل اسوقت پیش نظر ہے وہ فسکیپ کاغذ کی تقطیع پر لکھا گیا ہے، اور صفحہ میں ۱۵ سطریں ہیں، لیکن بخوف طوالت بقیہ تقریر کو ہم نظر انداز کرتے ہیں۔ تقریر کا خاتمہ ان الفاظ پر ہوا

"اے امیر المومنین! خدا تعالیٰ نے ہم سے، اپنے کلام کی نسبت صرف یہی اقرار چاہا ہے، کہ وہ اللہ کا اتارا ہوا کلام ہے۔ جسکو روح الامین نے قلب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا اور اس کی زبان عربی ہے جیسا کہ فرمایا

وانہ لتنزیل رب العالمین، نزل بہ الروح الامین علیٰ قلبک لتکون من المنذرین

بلسان عربی مبین۔

اسنے کہیں بھی ہم سے اسکا اقرار نہیں کرایا ہے، کہ تم قرآن کو مخلوق کہو اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اس چیز کو مسلمانوں کے آگے پیش کیا۔ جب کبھی کوئی کافر مسلمان ہوتا تھا تو آپ اس سے اللہ کی وحدانیت کا اقرار کر لیتے، اپنی رسالت پر گواہی دلاتے، اور ارکان اربعہ کی طرف دعوت دیتے لیکن یہ نہ کہتے کہ قرآن کو مخلوق تسلیم کرو۔ پھر تمام اصحاب رسول اللہ کا بھی یہی حال رہا، اور باوجودیکہ ان میں سے بعض ان بدعتوں اور فتنوں کے آغاز تک موجود تھے۔ انھوں نے کبھی بھی اس حد سے قدم باہر نہیں نکالا۔ جو قرآن و سنت نے قرار دیدی ہے۔ پس اے امیر المومنین! تجھ کو کیا ہوگیا ہے کہ امت مرحومہ کے لئے رحمت ہونے کی جگہ عذاب بننا چاہتا ہے؟ اور جب تک کوئی مومن قرآن کے مخلوق ہونے کا اقرار نہ کرے تیری تلوار سے نجات نہیں پا سکتا؟ واللہ

کہ یہ بدعتوں اور فتنوں کا ہی سیلاب ہے جس کے امنڈنے کی ہمکو خبر دی گئی تھی، اور جس سے اصحاب رسول اللہ نے ہمیشہ بیزاری کی تھی۔ گمراہوں اور بدعتیوں کا یہ تمام گروہ جو تیرے گرد جمع ہوگیا ہے اور تجھکو صراط مستقیم سے بھٹکا رہا ہے۔ کیا تیری نظر میں ان کی دلیلوں کی اس سے زیادہ وقعت ہے۔ جو رسول اللہ اور انکے اصحاب کو خدا نے دی ہے؟ اگر توحید اور عدل یہی ہے، اور خدا کی تمام صفتوں سے انکار کئے بغیر کوئی مومن مومن نہیں ہوسکتا تو کیا وہ سب کے سب مومن نہ تھے، جو اگر مومن نہ تھے تو خود ہمارا ایمان بھی باقی نہیں رہتا؟"

اس کے بعد انھوں نے جہم بن صفوان کا ذکر کیا جسنے سب سے پہلے خلق قرآن اور نفی صفات کی بدعت ایجاد کی اور اپنے اساتذہ کے سلسلۂ روایت سے بیان کیا کہ بعض بقیہ صحابہ نے کس طرح اس قول پر اظہار خشم کیا، اور اسکو ایک بہت بڑا فتنہ قرار دیکر مسلمانوں کو اجتناب واحتراز کی وصیت کی، پھر کہا،

"صرف امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فرض تھا جسنے مجھے یہاں تک پہونچایا۔ اور الحمدللہ، کہ اللہ تعالی نے جو حق کا رفیق اور خدام حق کا دلی ہے مجھے تیری مجلس میں پہونچنے اور فرض حق ادا کرنے کی توفیق دیدی۔ مین نے جو کچھ کہا ہے اگر حق ہے تو اسکی تصدیق کر، اور ان مفسدوں کا ساتھ چھوڑدے جو توحید کے نام سے شرک و ضلالت پھیلا رہے ہیں۔ اگر حق نہیں ہے تو اسکے ابطال پر کتاب وسنت سے دلیل لا۔ اور مجھکو بھٹلا تاکہ مین اسی چیز کے حق ہونے کی راہ پا سکوں جسکو سلف میں سے کسی نے بھی نہ جانا۔ یہ حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کی سنت اور انکا طریق ہے کہ انھوں نے حجت پیش کی اور منکرین سے حجت طلب کی، لیکن اے امیرالمومنین ایک سنت ان لوگوں کی بھی ہے جنھوں نے راہ حجت و برہان میں اپنے کو ناکام پاکر جور و قہر کے دامن میں پناہ لی تھی، اور کہا تھا کہ "حرقوہ وانصروا الہتکم ان کنتم فاعلین" ابراہیم کو آگ میں جلادو۔ اور اس طرح اپنے معبودوں کی حمایت کرو جنکے معبود ہونے پر تم کوئی حجت نہیں لاسکتے۔ ان لوگوں کے پاس اپنے اعتقاد کی نصرت کے لئے حجت و دلیل نہ تھی۔ اس لئے وہ حضرت ابراہیم پر جور و قہر اور ظلم وستم کرکے اپنے اعتقاد کو منصور و فتحمند کرنا چاہتے تھے۔ پس اگر دلیل وحجت کی سنت کی جگہ قہر وظلم کی سنت پر تو عمل کریگا، تو یاد رکھ کہ یہ ملت ابراہیمی کی سنت نہ ہوگی۔ ملت نمرودی کا اتباع ہوگا بایں ہمہ پیروان ابراہیم علیہ السلام اس کے لئے بھی تیار ہیں اور تو دیکھ رہا ہے کہ اگر میں اسکے لئے تیار نہ ہوتا تو اس مجلس تک نہ پہونچتا"

یاد ہوگا کہ جب عبدالعزیز دربار میں پہونچا تھا، تو ایک طرف سے آواز آئی تھی، اس شخص کے لئے تو صرف یہی کہدینا کافی ہے کہ قبح اللہ وجہک، خدا کی قسم میں نے کسی شخص کو اس سے زیادہ بدشکل نہیں دیکھا۔

شیخ نے یہ جملہ سُنا تھا، مگر اسوقت خاموشی اختیار کرلی تھی اب وہ اسطرف متوجہ ہوئے۔

"اور اے امیرالمومنین! تونے کہا ہے کہ میری خواہش مناظرہ کے پورا کرنے کے لئے آج کی مجلس منعقد ہوئی ہے۔ لیکن میں نے دربار میں آتے ہی سب سے پہلے جو آواز سنی اسی سے معلوم ہوگیا کہ اس مجلس کے مناظرہ کرنیوالوں کے علم وحجت کا کیا حال ہے؟ اور کن دلیلوں سے وہ حق کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں؟ پھر کیا وہی لوگ مجھ سے مناظرہ کریں گے جن کے پاس سب سے بڑی دلیل بطلان حق کے لئے یہ ہے کہ مجھکو خالق کائنات نے رنگ اور چہرہ اچھا نہ دیا؟ اور میں ان کی نگاہوں میں جمیل وحسین نہیں؟ اے امیرالمومنین! میں تجھ سے پوچھتا ہوں کہ یہ تمام نقش ونگار جو تیرے ایوان دربار کی دیواروں پر بنے ہوئے ہیں اگر خوشنما نہ ہوتے تو تو ان کو ملامت کرتا یا ان کے صناع اور صناع کے قلم کو اگر تیری ملامت صناع تک پہنچتی تو کیا میرے جسم وچہرہ پر اعتراض کرکے انھوں نے صناع کائنات پر ملامت نہیں کی اور اس کی صناعت کو ذلیل نہیں ٹھہرایا؟ کیا یہ وہی توحید ہے جس کے یہ لوگ مدعی ہیں اور جو کامل نہیں ہوسکتی جب تک کہ اللہ کے کلام منزل کو مخلوق نہ کہا جائے؟ حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جمال جسم اور حسن حقیقت عطا فرمایا تھا، لیکن بادشاہ مصر نے جب انکو قیدخانے سے نکال کر ملک وسلطنت عطا کی تو انھوں نے کہا۔ "اجعلنی علی خزائن الارض انی حفیظ علیم" اے بادشاہ اپنی سلطنت میرے سپرد کردے میں حفاظت کرنیوالا اور صاحب علم ہوں۔ یہ نہیں کہا کہ انی حسن جمیل، مجھے سلطنت دے دے کیونکہ میں حسین اور خوبصورت ہوں۔"

مامون کی محویت

شیخ لکھتے ہیں :-

"میں جب تک تقریر کرتا رہا، مامون اس طرح ٹکٹکی لگائے میری جانب نگراں تھا، گویا پتھر ہے۔ جسمیں نہ تو ارادہ ہے نہ روح اثنائے تقریر میں کئی بار میں نے دیکھا کہ اس کی آنکھیں تر ہوگئی تھیں اور قریب تھا کہ ان سے آنسو بہ نکلے۔ یہ حال دیکھکر تمام اہل دربار متحیر تھے۔ اور جب کہ وہ مامون سے حکم قتل کے منتظر تھے، تو انھوں نے دیکھا کہ شدت تاثر ومحویت سے وہ خود ہی بے حال ہورہا ہے ان میں سے ہر شخص حیرت ودہشت سے ہلاک ہوگیا۔ کہ جو مامون مسئلہ خلق قرآن کے مخالفین کے لئے قتل کے سوا اور کچھ نہیں رکھتا تھا وہ کس طرح صامت وساکن بیٹھا ہے اور جو کچھ میں کہہ رہا ہوں سُن رہا ہے؟ حالانکہ وہ اللہ کی نصرت حق سے بیخبر تھے اور نہیں جانتے تھے

کہ سب کچھ اسی کے اختیار میں ہے اور وہ جو چاہے کر سکتا ہے"

مامون کی تقریر

شیخ جب تقریر ختم کر چکے تو مامون الرشید کچھ دیر تک خاموش رہا، پھر کہا:۔

"اے عبد العزیز اللہ تجھپر رحم کرے تونے جو کچھ کہا میں نے سُنا اور جن جن چیزوں کو تونے میری طرف نسبت دی انکے لئے میں نے اپنے نفس کا احتساب کیا، الحمد للہ کہ میں ان سے بری ہوں، میں بندگان خدا پر ظلم کرنا نہیں چاہتا بلکہ انکو حق اور توحید کی طرف بُلاتا ہوں۔ جسکو دلیل و بُرہان اور کتاب اللہ نے مجھپر ظاہر کیا ہے باین ہمہ یقین کر کہ میرا حلم میرے غضب پر غالب آئیگا، اور خدا کی قسم میں تیری سختی اور درشتی کی وجہ سے اپنا انتقام تجھ سے نہ لونگا بلکہ تیری دلیلوں کو سنوں گا اور تیرے براہین کو وزن کرونگا۔ مجھ پر ظاہر ہوگیا کہ تو حق کی غیرت رکھتا ہے اور اس کے لئے بے باک ہے۔ تونے اپنے گھر کو دُنیا کے لئے نہیں چھوڑا جسکو تو حق یقین کرتا ہے۔ حمیت حق اس کی مستحق ہے کہ تیری عزت کی جائے اور تیری کوئی سختی مجھ کو اس اعتراف سے نہیں روک سکتی میرا تیرا معاملہ اب صرف حق و باطل کا ہے۔ اگر تیرے پاس حجت ابراہیمی ہے تو پیش کر جسکی پیروی کے لئے تو یہاں تک آیا ہے اور جبتک تو قرآن کی اس شہادت اور عقل صریح کی اس دلیل کو نہ جھٹلا دے جو قرآن کو مخلوق ثابت کرتی ہے اُسوقت تک تجھے حق نہیں ہے کہ اپنے آپکو حجت ابراہیمی کا پیرو ثابت کرے۔ حجت ابراہیمی یہ تھی کہ جب منکر خدا نے اس سے جھگڑا کیا تو حضرت ابراہیم نے کہا، "اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے۔ اگر تجھکو اس سے انکار ہے تو تو مغرب سے نکال، دیکھ یہ حجت ایسی تھی جسکو عقل نے پہچانا اور مشاہدہ حس نے اپر گواہی دی پس تو بھی حجت لا اور صاحبان علم صحیح سے مناظرہ کر"۔

مامون کے آخری لفظ یہ تھے:۔

"وقد جمعت المخالفین لک لتناظرہم بین یدی واکون انا الحاکم بینکم فان تبین الحجۃ لک علیہم والحق معک اتبعنک وان تکن الحجۃ لہم علیک عاقبناک"

"اور میں نے تیرے مخالفین کو جمع کیا تاکہ تو ان سے میرے سامنے مناظرہ کرے اور میں بمنزلہ ایک حاکم کے تم دونو فریق کے لئے ہوں (یعنی خود کوئی فریق نہ ہوں) پس مناظرہ کر اگر تیری حجت تیرے مخالفین پر واضح ہوگئی اور حق تیرے ساتھ ثابت ہوا تو ہم تیری پیروی کرینگے، اور اگر تو حجت نہ لاسکا اور حق نے تیرے

مخالفین کا ساتھ دیا، تو پھر تیرے لئے اس کی سزا ہے"۔

آغاز مناظرہ

شیخ نے مناظرہ کے لئے پوری آمادگی ظاہر کی، اور مامون نے بشر مریسی رئیس معتزلہ عہد کو حکم دیا کہ مناظرہ شروع کرو۔ بشر اپنی جگہ سے اُٹھ کر مامون کی نشستگاہ کے قریب آیا اسکی تمام جماعت اسکے ساتھ تھی، مامون نے خود ہی فیصلہ کر دیا تھا کہ دلیل بشر پیش کریگا، اور شیخ جواب دیگا۔ خارج از موضوع کوئی بات نہین کی جائے گی دلائل کا تمام دار و مدار صرف قرآن کی اندرونی شہادت پر ہوگا؛ اور ہر فریق پورے ضبط و سکون اور کشادہ دلی کے ساتھ مخالف کی تقریر سُنے گا۔ مامون نے دونو فریق کو مخاطب کر کے اس بارے مین جو تقریر کی وہ نہایت برقیع ہے، اور گویا آداب مناظرہ پر ایک بہترین درس ہے جسقدر حصہ شیخ نے اپنے رسالہ مین نقل کیا ہے ہم کسی دوسری صحبت مین اسکا ترجمہ کرین گے؛

اب مناظرہ شروع ہوا، بشر یکے بعد دیگرے قرآن کریم کی آیات پیش کرتا اور شیخ اسکا جواب دیتے پھر رد جواب الجواب کا سلسلہ جاری ہوتا۔ شیخ نے حرف بحرف تمام مناظرہ نقل کیا ہے اور پوری شرح و بسط اور انصاف و عدالت کے ساتھ مخالف کی تمام دلیلون اور تقریرون کو بھی قلم بند کیا ہے؛

بشر مریسی کی طرف سے جسقدر آیتین قرآن حکیم کی پیش کی جاتی تھین، اسکے جواب مین خود قرآن ہی سے عبدالعزیز استشہاد لاتے اور ثابت کر دیتے کہ ان آیات کو خلق قرآن سے کوئی تعلق نہین؛

اس سلسلہ مین حروف و اصوات کی بحث نکل آئی۔ جہم بن صفوان نے اگرچہ نفی صفات کی بنا پر خلق قرآن کا دعویٰ کیا تھا، لیکن بشر مریسی کا اعتقاد اشاعرہ کے اعتقاد سے اقرب تھا، وہ زیادہ تر حروف و اصوات عربیہ کے حدوث و خلق پر زور دیتا تھا، اور "کلام اللہ" اور "قرآن عربی" مین تفریق کر کے اس قرآن کے خلق و حدوث کو قطعی قرار دیتا، جو عربی زبان میں ہم پڑھتے اور لکھتے ہین۔ لیکن شیخ عبدالعزیز نے ثابت کیا کہ جو قرآن اُتارا گیا وہ عربی مین تھا جیسا کہ جابجا فرمایا "انا انزلنا قرآناً عربیاً" یا کہا "بلسان عربی مبین" پس وہ چیز جو عربی زبان مین اُتری تھی اگر عربی تھی، تو قطعاً عربی کے حروف و اصوات ہی مین تھی، ان سے مجرد نہین ہوسکتی اور وہی کلام اللہ ہے۔ پس کلام اللہ عربی مین اُترا، اُسی کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تلاوت کیا، اور وہی ہماری زبانون سے بھی نکلتا ہے۔ کوئی دوسری چیز نہین ہے؛

فتح وشکست کا آخری میدان

سلسلۂ بحث بڑھتا جاتا تھا، اور مامون کا یہ حال تھا کہ کبھی شیخ کے حسن وجواب کی داد دیتا، اور کبھی بشر کے استدلال و استشہاد سے خوش ہوتا کہ یکایک بشر نے کہا،

"میں اپنے اور تمام دلائل و براہین کو خود ہی چھوڑ دیتا ہوں، کیونکہ اس طرح رد و کد میں کوئی نتیجہ نہیں نکلیگا۔ اب صرف ایک سوال کرتا ہوں اسکا جواب دو۔ تمام بحث کا ابھی خاتمہ ہو جائیگا۔ اور حق اعتراف کے بغیر تم کوئی راہ نجات اپنے سامنے نہ پاؤ گے"۔ یہ کہکر اسنے سوال کیا،

قرآن نے صدہا مقام پر اللہ کو خالق کل شیٔ کہا ہے یا نہیں؟ یعنی خدا ہر چیز کا خالق ہے"۔

شیخ نے کہا: "ہاں وہی ہر شئے کا خالق ہے"

بشر نے کہا: "قرآن بھی شے" ہے یا نہیں؟

شیخ نے کہا: "شے" کی حقیقت سن لو پھر جواب مانگو" بشر زیادہ تیز ہو کر بولا: "میں اور کچھ سننا نہیں چاہتا، پہلے میرے سوال کا جواب دو۔ قرآن بھی "اشیا" میں داخل ہے یا نہیں؟

شیخ نے پھر کہا: "اچھا تمھارا طرز سوال ہی غلط ہے۔ اسمیں دھوکا ہے۔ تمکو چاہئے کہ صبر وضبط کیساتھ پہلے میری تقریر سن لو" بشر نے کہا: "تقریریں بہت ہو چکیں، امیر المومنین کو نتیجہ، مناظرہ کا انتظار ہے اب اور کسی تقریر کی ضرورت نہیں۔ تم میرے سوال کا جواب دو"

شیخ نے پھر جواب سے اعراض کیا، اسپر بشر نے مامون سے کہا: "یا امیر المومنین حاکم کا فرض عدل و انصاف ہے، آپ حاکم ہیں، اگر عبد العزیز حجت رکھتا ہے تو سوال کا جواب کیوں نہیں دیتا؟

"یہ حالت دیکھکر محمد بن جہم معتزلی نے پکارا "ظہر امر اللہ وہم کارہون! بشر کے گروہ میں سے ایک اور شخص اٹھ کھڑا ہوا، اور چیخکر کہا۔ "یا امیر المومنین! جاء الحق وزہق الباطل ان الباطل کان زہوقا۔ شیخ عبد العزیز لکھتے ہیں کہ خود بشر بھی اپنا جوش و تعصب نہ روک سکا اور بار بار کہنے لگا: "ولکن قعد حمار الشیخ علی القنطرہ" یعنی بالآخر شیخ کا گدھا پل دیکھکر بیٹھ گیا اور آگے نہ بڑھ سکا"

شیخ کا اعراض دیکھکر مجلس کو یقین ہو گیا کہ شیخ کے پاس اس دلیل کا کوئی جواب نہیں اور اسنے تلوار رکھدی، اگر وہ تسلیم کرتا ہے کہ قرآن بھی شئے ہے اور اشیاء میں داخل ہے، تو لازمی طور پر ماننا پڑتا ہے کہ اللہ ہر شئے کا

خالق ہو اور ہر شئے مخلوق ہو۔ پس قرآن بھی مخلوق ہو۔ اگر نہیں مانتا تو عقل و بداہت سے انکار کرتا ہے کیونکہ بظاہر ہے کہ قرآن بھی اشیا میں داخل ہو۔ یہ کسی طرح نہیں کہہ سکتے کہ وہ شئے نہیں۔ اگر شئے نہیں تو کیا ہو؟

خود مامون الرشید کا بھی یہی خیال تھا۔ اسے یقین ہوگیا تھا کہ شیخ عبدالعزیز بالکل بے بس ہوگیا ہے، اس لئے جواب سے بچنا چاہتا ہے۔ اسنے پہلی مرتبہ غضبناک ہوکر شیخ سے کہا۔

یا عبدالعزیز! تجھے کیا ہوگیا ہے کیوں سوال کا جواب نہیں دیتا"؟

"اعلانِ حق"

شیخ لکھتے ہیں کہ فی الحقیقت اسوقت میں کش مکش میں مبتلا ہوگیا تھا، اور صاف نظر آتا تھا کہ قرآن کے "شئے" ماننے کے ساتھ ہی یہ سب لوگ شور مچائینگے کہ قرآن کا مخلوق ہونا ثابت ہوگیا۔ لیکن مامون کے غضبناک ہوتے ہی اللہ نے میری مدد کی، اور یکایک راہ کامیابی دکھلائی دی"

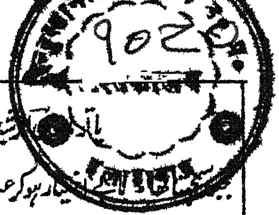
شیخ نے کہا: "مجھ کو جواب دینے سے انکار نہیں۔ لیکن جس طریق سے سوال کیا گیا ہو۔ اسمیں ایک سخت دھوکا اور فساد ہے۔ اس لئے میں پہلے اُسے صاف کرنا چاہتا تھا، بایں ہمہ اگر امیر المومنین کو اسپر اصرار ہو تو اچھا میں تسلیم کرلیتا ہوں کہ قرآن بھی اشیاء میں داخل ہو"

"یہ اقرار سُنتے ہی بشر اُچھل پڑا"، اور بشر اور مامون الرشید ایک ساتھ بول اُٹھے"

"اگر قرآن بھی اشیاء میں داخل ہو تو قرآن کہتا ہو کہ اللہ تمام اشیاء کا خالق ہو اور تمام اشیاء مخلوق ہیں، پس قرآن کو بھی تم نے مخلوق تسلیم کرلیا" شیخ نے گرج کر کہا۔

"ہرگز نہیں! اس سے یہ بھی لازم نہیں آتا، قرآن کہتا ہو:- ویحذرکم نفسہ یعنی اللہ تم کو اپنے نفس سے ڈراتا ہے" اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کا بھی نفس ہو۔ اور پھر قرآن کہتا ہو کہ کل نفس ذائقة الموت، ہر نفس کے لئے ضروری ہو کہ وہ موت کا مزہ چکھے، پس اگر اشیائے میں قرآن داخل ہوکر مخلوق ہوگیا" تو کیا خدا بھی کل نفس" میں داخل ہوکر اور نفس ہوکر موت کا مزہ چکھیگا؟

شیخ عبدالعزیز کا یہ کہنا تھا کہ تمام مجلس پر سناٹا چھاگیا" اور ایسا معلوم ہوا" گویا یہ الفاظ نہیں تھے ایک بجلی تھی جو یکایک کوندگئی" اور تمام نگاہوں کو خیرہ اور دلوں کو دہلاگئی۔ خود بشر مریسی مبہوت ہوکر دیکھتے کا دیکھتا ہی رہ گیا" تو قع الحق وبطل ما کانو یعلمون ؂



[مامون] الرشید غضب ناک ہوکر شیخ سے جواب طلب کر رہا تھا اور اسے خلق قرآن کے اعتراف پر [مجبور کر رہا تھا] بے اختیار ہوکر عبدالعزیز کے جواب پر وجد کرنے لگا، اور پکار پکار کر کہنے لگا " معاذاللہ! خدا کی ذات موت سے بری ہے"!

خاتمہ

بشر مریسی نے اپنے آخری سوال کو مناظرہ کا خاتمہ قرار دیا تھا۔ شیخ نے بھی اسکا جواب ایسا ہی دیا وہ مناظرہ کا خاتمہ اور حجت کا اعلان آخری تھا!

مامون الرشید نے حکم دیا کہ مناظرہ ختم کیا جائے اور عبدالعزیز سے مخاطب ہوکے کہا:۔

"اگرچہ اس مسئلہ کا فیصلہ ہمارے آج کی صحبت مین نہ ہوسکا، لیکن اسمین کوئی شک نہین کہ تونے اپنے مخاطب کا کامیابی کے ساتھ مقابلہ کیا، اور اس کی کسی دلیل کے آگے مین نے تجھے عاجز نہ پایا۔ تیری فضیلت علمی پر تیرے جوابات گواہ تھے، تیری جرأت وثابت قدمی تیری فضیلت کا اصلی جوہر ہے، تونے جس بیخوفی اور بے جگری سے میرے حضور مین زبان کھولی اور جس طرح میرے جلال وغضب اور موت وہلاکت کے خوف سے بے پرواہ ہوکر تقریر کی واللہ کہ مین اس کی قدر کرونگا اور تیری درشتی وتلخ گوئی کو اپنی قدر دانیون اور حلم سے تھکا دونگا۔ میری طرف سے تیرے لئے امن اور اعزاز واکرام کا فرمان ہے۔ اور تیرا جوہر استعداد اسکا مستحق ہے کہ میری مجلس علم کا ندیم ہو۔ تو اب مدینۃ السلام مین قیام کر اور ہر بدھ کے دن میری صحبت علم مین شریک ہو"

شیخ لکھتے ہین:۔ "اسکے بعد مامون الرشید نے حکم دیا کہ دس ہزار درہم میری قیام گاہ پر بھیجا جائے نیز قیام کے لئے ایک سجا سجایا محل سرکار سے بھی مرحمت ہو۔ پھر تلوار کی نیام پر ہاتھ رکھا جو مجلس کی برخاستگی کا اشارہ تھا۔ تمام اہل دربار اُٹھ کھڑے ہوئے۔ مین جب رخصت ہونے لگا۔ تو مامون مسکرایا اور کہا آج تونے اپنی بڑی ہی طاقتور حریف پر فتح پائی"

اسکے بعد لکھتے ہیں:۔ "مین جب دربار سے نکلا تو تمام لوگون کو راستون، دوکانون اور کوٹھون پر چشم براہ پایا۔ لوگ منتظر تھے کہ میری اس جرأت کا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟ جب اُنھون نے دیکھا کہ مین نہایت اعزاز واکرام کے ساتھ واپس جا رہا ہون اور مجلس مناظرہ مین کامیاب رہا ہون تو ان کی حیرت اور خوشی کی کوئی حد نہ رہی۔ لوگ ہر طرف سے مبارکباد دیتے اور ارباب حق کی فتح پر خوشی منانے کے لئے ہجوم کرتے اور مجھ سے مصافحہ کرنے کے واسطے اپنی جانون کو تہلکہ مین ڈالتے، حتیٰ کہ جوش خلائق اور شدت ہجوم سے مین عاجز آگیا۔ اور گھر تک پہونچنا دشوار ہوگیا"

اسکے بعد جب تمام علمائے شہر و امصار کو واقعات مناظرہ کی خبر ملی تو انھیں غیر متوقع تائید غیبی پر سجدۂ شکر بجا لائے" اور اس ایک نمونے نے ہزاروں زبانوں کو یکایک کھول دیا۔ جو جو بیجان دہال سے اظہار حق نہیں کر سکتی تھیں، پہلے مامون کے غضب و صولت کو دیکھکر کسی کو جرأت نہیں پڑتی تھی، لیکن اب لوگوں کو معلوم ہوگیا کہ اگر جرأت و ثابت قدمی کے ساتھ حق کا اعلان کیا جائے تو اللہ کی نصرت کبھی ساتھ نہیں چھوڑتی، اور ہر شخص کامیابی حاصل کر سکتا ہے" صبح سے لیکر شام تک میرا مکان لوگوں سے بھرا رہتا اور مجلس مناظرہ کے حالات پوچھ پوچھ مین روایت کرتے کرتے تھک گیا۔ یہان تک کہ خبر دور دور پھیل گئی، اور حجاز و شام تک سے لوگ دریافت کرنے کے لئے آنے لگے، تا عاجز آکر مین نے چاہا کہ اس مناظرہ کے واقعات قلمبند کر دون تاکہ ہر شخص اسکو پڑھ کر حق کی فتح اور باطل کے خذلان کی سرگذشت معلوم کرے"

استدراک

۱۔ شیخ نے اپنی تقریر کے ابتدائی حصہ مین کہا ہے "خدا نے مسلمانون سے خلق قرآن کا اقرار نہین کرایا۔ لیکن ایک انسان کراتا ہے (یعنی مامون) جو ہارون کے گھر مین پیدا ہوا اور ہارون ہادی کا بیٹا تھا"

شیخ کے رسالہ مین ایسا ہی لکھا ہو لیکن یہ صحیح نہین ہو۔ خلیفہ ہارون الرشید ہادی کا بیٹا نہین ہو بلکہ ہارون اور ہادی دونو محمد بن منصور ملقب بہ مہدی کے بیٹے ہین۔ مہدی کے بعد تیرہ۱۳ ماہ تک ہادی تخت نشین رہا۔ اسکے بعد ہارون الرشید خلیفہ ہوا۔ غالبًا یہ کتابت کی غلطی ہو۔

۲۔ تقریر دوم مین انھون نے کہا "تم سے پہلے آئمہ جور تھے جو کچھ کیا اللہ نے اسکے لئے تم کو کھڑا کر دیا"
یہ اشارہ بنوامیہ کی طرف تھا، جن کو ہلاک کرکے آل عباس نے اپنی حکومت قائم کی۔

۳۔ اس سرگذشت کو ہم نے نہایت تفصیل سے لکھا تا کہ ہمارے موجودہ عہد کے علمائے سلف کے ان واقعات کو پڑھین، اور عبرت پکڑین، امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور دعوت و تبلیغ حق ہو۔ وہ اصلی و حقیقی فرض ہو جو اسلام نے علما کے سپرد کیا ہو۔ اگر اس فرض سے انکا علم و عمل خالی ہو تو انکو یقین کرنا چاہیے کہ انھون نے اپنی ہستی مٹا دی اور راستے کے پتھر اور جنگل کی گھاس ان سے زیادہ قیمتی ہو"

ختم شد

نامردوں بے اولادوں اور کمزوروں کو نیک صلاح

دولت کی خواہش، عزت کی تمنا، شادی کی خوشی، اُس مجبور انسان کو کیا ہو سکتی ہے جو بدقسمتی سے بچپن کی غلط کاریوں سے آغاز شباب میں اپنی جوانی کو برباد کر چکا ہو۔ اور اور شادی کے وقت اپنا منہ چھپاتا ہو۔

لطف زندگی زندہ درگور انسانوں کے لئے اکسیر ثابت ہوئی اور امراض ذیل کے لئے نہایت مجرب ہے، نامردی جریان، سرعت، رقت احتلام، لاغری، کجی، کمزوری دل و دماغ، چہرہ کی زردی، نسیان، درد کمر، درد سر، ضعف جگر، آنکھوں کی تپش، ہاتھ پاؤں کا کا پنا بد خوابی سستی کے لئے نہایت مجرب ہے، اور بھوک بڑھاتی ہے۔

لطف زندگی بیکار رگ و پٹھوں کو مانند فولاد سخت۔ طاقت ور، اور عضو مخصوص کو بھاری عمر کے لئے لوہے کی لاٹھ بناتی ہے، کثرت جماع یا جلق سے اگر جڑ پتلی ہو گئی ہو، یا خم آگیا ہو، یا وقت بریابوسی ہوتی ہو، عورت کے نام سے نفرت ہو گئی ہو ان سب خرابیوں کو دور کر کے چہرہ کا رنگ مثل گلاب کے نکھار دیتی ہے بتیس ۳۲ تیس ۳۰ برس کے مایوس العلاج مریضوں کو صرف ایک شیشی مست کر دیتی ہے اور ضبط کرنا دشوار ہو جاتا ہے۔

قیمت معہ محصول ڈاک صرف تین روپیہ ؏ ۔

ملنے کا پتہ

جنرل منیجر نیشنل میڈیکل ہال بجنور (یو۔ پی)

در مطبع تجارت پریس طبع شد

سیویاں بنانیکی مشین

یہ مشین صرف ہمارے ہی کارخانہ کی ایجاد ہے میز یا چارپائی وغیرہ کے ساتھ باندھکر ایک نابالغ بچہ بھی نہایت آسانی کے ساتھ منٹوں میں سیروں سیویاں تیار کر سکتا ہے۔ یہ مشین نہایت اعلیٰ درجہ کی خوبصورت مضبوط اور پائدار ہے۔ عمر بھر میں کبھی بگڑتی ہی نہیں۔ ہر امیر و غریب پسند کرتا ہے ہر ایک مشین کے ہمراہ دو قسم کی باریک اور موٹی چھلنی ہوتی ہیں۔ قیمت مشین ڈیڑھ انچ قطر فی عدد [illegible] — فی درجن [illegible] روپیہ ۲- انچ قطر قیمت [illegible] فی درجن [illegible] روپے اڑہائی انچ قطر فی عدد [illegible] فی درجن [illegible] روپیہ مشین ڈبل پائپ ۔ الی اڑہائی انچ قطر آٹھ روپیہ فی درجن اَسّی [illegible] روپئے۔

قینچی فی عدد [illegible] اور [illegible] فی عدد [illegible] دانی فیصدی ۱۳/ محصولڈاک بذمہ خریدار

ایم محمد شریف اینڈ سنز کوٹلی لوہاران ضلع سیالکوٹ

ذرا کان میں بات سنو

کیا آپ کو نامردی - کمزوری - جریان - سرعت - رقت اور احتلام وغیرہ امراض نے گھیر لیا ہے اور کیا آپنے اپنا علاج کراتے کراتے تنگ آکر اپنے آپ کو لا علاج سمجھ لیا ہے۔ اگر ایسا ہے تو مایوسی کو دور کرکے خدا کا نام لیکر ہمارے ہاں سے برقی روغن اور برقی گولیاں منگا کر استعمال کیجئے۔ ہر دو ادویات نہایت ہی مستند سریع الاثر - تیر بہدف اور مجرب المجرب ہیں - جن کے ذریعہ لاکھوں بندگان خدا نفع اٹھا چکے ہیں قیمت بیس گولی چار روپے چالیس گولی سات روپے محصول ۸/ اور قیمت برقی روغن ایک شیشی صرف چار روپے ہے - بحالوق اور کمزوری باہ کے لاعلاج مریضوں کے لئے یہ ادویات اکسیر اعظم سے زیادہ مفید ہیں - کیسی ہی مایوس کن حالت ہو یقیناً صحت حاصل ہوگی - ہر موسم میں یکساں مفید ہیں - کسی قسم کی تکلیف یا پرہیز نہیں ہوگا - مایوس العلاج مریض ضرور آزمائیں خط و کتابت کا پتہ یہ ہے —

منیجر برقی ادویات حلقہ نمبر ۳۵ - لکھنؤ

سرمہ حفیظ البصر رجسٹرڈ

سرمہ مفت بند ہون میری قیمت کیا ہے * کہ رہے چشم خریدار پہ احسان میرا

صاحبان مدت مدید سے یہ سرمہ تیار ہوکر دنیا بھر مین اپنی سچائی اور قوت اکسیری کی شہرت حاصل کر رہا ہے اگر آپ اپنی در بے بہا آنکھون کو ہمیشہ کے لئے درست اور قوت کو تیز وقایم رکھنے چاہتے ہین تو حفیظ البصر کو استعمال کرئے یہ نہایت سریع الاثر ثابت ہو چکا ہے لطف یہ کہ بچہ سے لیکر بوڑہے تک کو یکسان مفید ہے۔ ہر لکھنے پڑہنے والے صاحبان یا باریک کام کرنے والے اصحاب و دیگر اصحاب جو رات دن کوئلہ کے کارخانون مین یا زیادتی آگ کے کام کرنے سے آنکھین خراب کر بیٹھے ہین انکو لئے یہ اکسیر ہے۔ بہت دفعہ دیکھنے مین آیا ہے کہ اکثر بینائی سے زیادہ کام لینے والے حضرات کسی قسم کی دوا مثلاً مقوی بصر سرمہ یا مقوی دماغ وغیرہ حفظ ماتقدم کے لئے استعمال نہین کرتے جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ یا تو بینائی کو کہو بیٹھتے ہین اور یا چشمہ لگانے کی نوبت آجاتی ہے۔ صاحبان موصوف کم خرچ بالانشین حفیظ البصر کو استعمال کرکے اپنی اصلی بینائی بفضل خدا حاصل کرسکتے ہین چالیس روز متواتر استعمال کرنے سے عینک تک چھوڑا دیتا ہے اور چند ہی روز مین ضعف البصر و دیگر امراض چشم کو دور کرکے تندرستی ہمیشہ کر دیتا ہے۔ بہت سے صاحبان جو پانچ سالہ دس سالہ عینک کے عادی ہو چکے تھے۔ حفیظ البصر کو استعمال کرکے عینک سے چھٹکارا پایا۔ علاوہ ازین مذکورہ بالا فوائد کے حسب ذیل امراض چشم کے دور کرنے مین بے نظیر ہے۔

دہند۔ غبار۔ جالا۔ خارش۔ سرخی۔ ابتدائی پہولا۔ ڈھلکہ۔ سلاق۔ سبل۔ ناخونہ۔ نزول دنکو کم نظر آنا۔ شب کوری یا کیچڑ لگکر سفیدی وغیرہ جسکے متعلق بے شمار تصدیقی خطوط دفتر مین موجود ہین باوجود اتنا مفید ہونے کے قیمت صرف ۴ تولہ عہ محصولڈاک بذمہ خریدار۔

منیجر۔ دواخانہ وکارخانہ سرمہ حفیظ البصر جھنگ پنجاب

درمطبع نجات پریس طبع شد

(رجسٹرڈ)

سفوف مراد

نامردی جریان عسرت احتلام وغیرہ کا بیخطا اور شرطیہ علاج ہے

یہ دوائی بے انتہا مقوی باہ بھی۔ مولد۔ مغلظ اور ممسک ہے۔ چند ہی روز مین مجلوق اور کمزور مریضون کی کل اندرونی شکایتون کو دور کرکے دوبارہ لطف جوانی بخشتی ہے۔ ہر قسم کی نامردی، جریان۔ سرعت انزال۔ رقت منی، احتلام ضعف اعضائے رئیسہ، ضعف معدہ، ضعف ہاضمہ، ضعف گردہ ومثانہ۔ ضعف دل ودماغ۔ نسیان قبض پیشاب کے قبل یا بعد دھات کا گرنا پیشاب کا بار بار جلن کے ساتھ آنا۔ طبیعت کی افسردگی محنت سے نفرت وغیرہ وغیرہ ایسی کل امراض کا حکمی اور شرطیہ علاج ہے، ایک سال کے اندر تقریباً ایک لاکھ مریض اس معجز نما دوائی کو استعمال کرکے مستفیض ہو چکے ہین۔ اسمیں کوئی کشتہ شامل نہین، اگر مقوی اسقدر ہے کہ کوئی کشتہ یا معجون کوئی مفرد یا مرکب دوائی ہرگز ہرگز اسکے برابر مفید نہین ہے چند ہی روز مین ناقابل ضبط قوت پیدا کرتا ہے۔ منی کو گاڑھا کرنا اور قابل اولاد بناتا ہے قدرتی۔ امساک بیس گنا تک بڑھ جاتا ہے۔ اس کے استعمال کرنے پر کمزور سے کمزور اور گیا گزرا شخص بھی ہر روز چار عورتون کو خوش کر سکتا ہے۔ ہر موسم مین یکسان مفید ہے،

قیمت بیس خوراک ۵ر محصول ۷، چالیس خوراک عہ محصول ۱۰ر

(رجسٹرڈ)

طلائے مسیحا

جلق اغلام یا کثرت جماع کے باعث رگ و پٹھے بیکار اور سست ہو چکے ہون رگین ابھر آئی ہون۔ بانی بھر گیا ہو جڑ باریک ہو خم آگیا ہو، قوت اور سختی نہ ہو قبل از وقت ڈھیلا پن پیدا ہو کر شرمندگی کا باعث ہوتا ہو یا زیادتی سن کے باعث کمزوری محسوس ہوتی ہو۔ تو اس طلا کا استعمال کرین۔ یہ طلا سوائے مادر زاد نامردی کے دیگر کل قسم کی کمزوریون کا بہترین علاج ہے، لطف یہ ہے کہ آبلہ یا اُپاڑ نہین لاتا۔ اور ہر عمر کے مریض کو ہر موسم مین یکسان مفید ہے، قیمت فی شیشی صرف دو روپے محصول ڈاک ۱ر

چالیس خوراک سفوف مراد اور ایک شیشی طلائے مسیحا کی قیمت صرف گیارہ روپیہ محصول ۱ر فیس منی آرڈر ۲ر

قاضی مقبول احمد موجد سفوف مراد راجہ بازار لکھنؤ